معیارِ صداقت

از

سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

معیارِ صداقت

(تقریر حضرت فضلِ عمر خلیفۃ المسیح الثانی جو حضور نے ۲۱، و ۲۲ مارچ ۱۹۲۱ء
کی درمیانی شب کو مرزا گل محمد صاحب ابن مرزا نظام الدین صاحب کے
مکان پر فرمائی)

حضور نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

تمہید

مَیں آج آپ لوگوں کے سامنے پہلے تو وہ اسباب بیان کرونگا جن کی وجہ سے وہ انتظام کرنا پڑا جو خلافِ معمول یہاں نظر آرہا ہے۔ اس کے بعد ان لیکچروں کے متعلق کچھ بیان کرونگا جو ان دنوں میں غیر احمدیوں کے یہاں ہوئے اور پھر وہ باتیں بتاؤنگا جو صداقت کا نشان ہوتی ہیں۔

ہم نے حفاظت کے لئے یہ سامان کیوں کئے

قادیان دارالامان ہے لیکن یہاں ایسا انتظام تھا جو فوجی انتظام کے مشابہ تھا۔ ہم میں سے ہر ایک کسی خاص کام پر مقرر تھا۔ حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی کاموں پر مقرر تھے جو اپنے متعلقہ کام چُستی سے کر رہے تھے۔ ہماری گلیوں، ہمارے مکانوں، ہمارے مقبروں اور ہماری مسجدوں پر پہرے تھے۔ برطانیہ کی گورنمنٹ کے ماتحت جو ایک با امن گورنمنٹ ہے اس انتظام پر کئی

لوگوں کو تعجب ہوتا ہوگا اور ممکن ہے کہ جو لوگ آتے ہی کسی کام پر لگا دیئے گئے ان کو خیال ہو کہ کیا وجہ تھی جس کے باعث ہمیں یہ انتظام کرنا پڑا اور یہ ضرورت کیوں پیش آئی۔ قادیان میں پہلے بھی جلسے ہوئے، آریوں کے جلسے باقاعدہ ہوتے ہیں، سکھوں کے جلسے بھی باقاعدہ ہوتے ہیں، غیر احمدیوں کا جلسہ بھی پیچھے دو تین سال ہوئے ہؤا تھا اور ان کے علماء آتے رہتے ہیں، وعظیں کرتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں مولوی نور احمد صاحب ساکن لکھو کے یہاں آئے۔ ان کے ساتھ ہمارے بعض دوستوں کا برسرِ بازار مباحثہ بھی ہوا پچھلے دنوں جو باقاعدہ جلسہ غیر احمدیوں کا ہؤا تھا اس میں ان کے اور مولویوں کے علاوہ مولوی ثناء اللہ صاحب بھی آئے تھے مگر ان مواقع میں سے ہم نے کسی موقع پر کوئی ایسا انتظام نہیں کیا تھا۔ پھر اس دفعہ کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ یہ انتظام کیا گیا؟

ہمارے دشمنوں کے ناپاک ارادے

اس کے لئے یاد رکھو کہ ہم یہ نہ کرتے مگر ہماری آنکھوں نے بعض خاص باتیں دیکھیں اور ہمارے کانوں نے سُنیں اس لئے ہمیں احتیاطاً یہ انتظام کرنا پڑا۔ ہم چھ مہینے سے ان کے جلسہ کے متعلق سن رہے تھے مگر ہمیں اس کے متعلق کچھ خیال نہ تھا نہ ہم نے اس کے لئے باہر اپنے آدمیوں کو اطلاع دی تھی نہ ہمیں کسی تدبیر کا خیال تھا۔ لیکن چند ہی دن ہوئے جبکہ مجھے ایک الیکشن کی شہادت کے لئے لاہور جانا پڑا تو ایک دن صبح کی نماز کے بعد ایک دوست نے بتایا کہ لاہور کے تمام بڑے بازاروں میں قریباً ہر دس بیس گز کے فاصلہ پر ایک بڑا اشتہار چسپاں ہے جس میں لکھا ہؤا تھا کہ:۔

"قادیانی جماعت کے کافۃ المسلمین کے خلاف مذہبی مسائل کا تصفیہ اور اختلاف کا سدِّباب کرنے کے لئے علماءِ ہند کا ایک عظیم الشان جلسہ" ہوگا۔

(اشتہار بعنوان جمعیۃ العلماء اور مرزائی جماعت قادیانی)

اُسی وقت ایک دوست نے ایک اخبار کا کٹنگ دکھایا جس میں لکھا تھا کہ خلافت کے بارے میں چونکہ احمدی لوگ عام مسلمانوں سے اختلاف رکھتے ہیں اس لئے ان کے اقوال وافعال کا سدِّباب کرنے کے لئے علماءِ ہند قادیان جائیں گے۔ تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان کی مدد کریں۔

(پیسہ اخبار)

اب یہ ظاہر ہے کہ افعال کا سدِّباب دلائل سے نہیں ہؤا کرتا کیونکہ ہمیشہ بات کا جواب بات ہوتی ہے اور افعال کا افعال سے۔ پس افعال کے سدِّباب کی نیت سے جو قوم چلی تھی اس کی غرض فتنہ کے سوا

اور کچھ نہ تھی اور پھر تمام ہندوستان کے مسلمانوں کا قادیان میں جمع ہو کر علماء کی مدد کرنے سے سوائے اس کے اور کیا مطلب ہو سکتا تھا کہ کوئی فتنہ اُٹھایا جائیگا۔ اگر علماء نے محض مسائل بیان کرنے تھے تو ہندوستان کے عوام ان کی کیا مدد کر سکتے تھے۔ ہاں جب علماء کی نیت فتنہ ڈلوانے کی تھی اس وقت ضرورت تھی کہ لوگ ان کی مدد کرتے۔

امرتسر میں مولویوں کی حرکتیں

ان باتوں سے ظاہر ہے کہ ان کی نیت اچھی نہ تھی۔ ساتھ ہی جبکہ ہم ان علماء کہلانے والوں میں سے بعض کی وہ حرکتیں دیکھ چکے تھے جو پچھلے سال امرتسر میں میرے لیکچر کے دوران میں انہوں نے کی تھیں تو ہمارے دلوں میں ان پر حسنِ ظنی کرنے کی کوئی وجہ بھی باقی نہ رہتی تھی۔ امرتسر میں جو کچھ ان لوگوں نے کیا جن لوگوں نے اس کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ کس طرح بعض مولوی کہلانے والوں نے قلندروں کی سی حرکتیں کیں۔ کس طرح وہ اُچھلے تھے اور آگے پیچھے پُھدکتے پھرتے تھے اور صفحہ صفحہ، سطر سطر اور مطبع مطبع پوچھتے تھے۔ اس وقت پولیس والے ان کو سمجھاتے تھے۔ مجسٹریٹ ان کو روکتے تھے مگر وہ نہیں رُکتے تھے۔ حالانکہ صفحہ سطر کی بحث تب ہوتی جب کوئی ایسی کتاب ہوتی ہے جسے وہ نہ جانتے تھے یا کوئی غیر معروف حوالہ ہوتا۔ بلکہ ایک ایسی کتاب جس کو ہم اور وہ دونوں مانتے تھے اور جو درسوں میں پڑھائی جاتی ہے اس کے متعلق اس قسم کا مطالبہ پھر لیکچر کے دوران میں نہایت ہی تہذیب سے گری ہوئی بات تھی۔ اگر وہ لوگ اس حدیث کے وجود ہی کے منکر ہوتے تب بھی ان کا مطالبہ حق بجانب ہوتا۔ مگر دلوں میں جانتے ہوئے کہ ایسی حدیث موجود ہے یہ شور مچانا ان کی گری ہوئی حالت کا شاہد تھا۔

اس نظارہ کے دیکھنے والے جانتے ہیں کہ کبھی وہ کُرسی پر چڑھتے تھے کبھی نیچے اُترتے تھے اور شور کرتے تھے کہ ہمارا خون ہو جائیگا تب ہم بولنے دینگے اور وہ بندروں کی طرح پُھدک رہے تھے۔ اس وقت جو معزز ہندو اور سکھ صاحبان بیٹھے تھے ان میں سے بعض نے کہا کہ غصہ تو ہمیں ہونا چاہئے تھا کہ ہمارے مذہب کا نقص ظاہر کیا جا رہا تھا (کیونکہ میں اسوقت ہندو مذہب اور اسلام کا مقابلہ کر رہا تھا) یہ لوگ کیوں شور مچاتے ہیں پس امرتسر کے واقعہ کو یاد کر کے علماء کہلانیوالوں میں سے بعض کے متعلق ہم جس قسم کے فتنہ کی بھی اُمید کرتے تھے بدظنی نہیں کہلا سکتی۔

علاوہ ازیں ہمیں مختلف مقامات سے خطوط ملے جن میں لکھا تھا کہ غیر احمدیوں میں مشہور ہے کہ اس دفعہ قادیان میں غیر احمدیوں کا جلسہ ہو گا جس میں وہ احمدیوں کے ساتھ وہ سلوک کرینگے جو بدترین ہو گا۔ بلکہ ریلوں میں راولپنڈی سے امرتسر تک لوگوں کو اس طرح جوش دلایا جاتا تھا کہ

چل کر ایک دفعہ اس جماعت کا فیصلہ کر دینا چاہئے اور بہت سے گندے منصوبوں کا اظہار کیا جاتا تھا یہ افواہیں تھیں جن کے باعث کسی پر کوئی الزام نہیں آسکتا۔ لیکن اگر یہ افواہیں صداقت کا جامہ پہن لیتیں تو کیا ہوتا۔ اگر ہم پہلے سے تیار نہ ہوتے تو پھر اس کا کیا اثر ہوسکتا تھا۔

قادیان میں ہمارے مقدس مقامات

ہم نے تو گورنمنٹ کے افسران کو، یہاں کے ڈپٹی کمشنر صاحب کو، گورنمنٹ پنجاب کے سیکرٹریوں کو لکھ دیا تھا کہ قادیان میں ہمارے مقدس مقامات ہیں اور ہمارے لئے قادیان کے بعض مقامات ویسے ہی مقدس ہیں جیسا کہ ہمارے نزدیک اور دوسرے انبیاء کے ماننے والے لوگوں کے نزدیک ان انبیاء کے مقامات مقدس ہیں۔ پس اگر کوئی شخص ان مقامات کے خلاف کوشش کریگا اور کوئی فتنہ برپا کرنے کی سعی کریگا تو ہم پہلے فنا ہو لینگے تب وہ ان مقامات کی طرف قدم بڑھا سکیگا! ور افسروں نے تسلیم کیا تھا کہ قانوناً جو شخص فتنہ کھڑا کرتا ہے وہی مجرم ہے۔ اگر ثابت ہو جائے کہ ایک فریق نے دوسرے کے حملہ سے بچنے کے لئے مقابلہ کیا تھا تو وہ قابلِ سزا نہیں اور حکام نے فتنہ کو روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے کا بھی وعدہ کیا۔

ہماری پوزیشن

غرض ہم نے قبل از وقت حکام کو بھی اطلاع دے دی اور خود بھی اپنا انتظام کیا اور ہم نے قادیان کے وہ حصے مخصوص کر لئے جن میں ہم ہی ہم آباد ہیں۔ صرف دو گھر غیروں کے ہیں۔ ہم نے ان مقامات پر اپنا پہرہ لگا دیا اور اپنے پہرہ داروں کو ہدایت کر دی کہ وہ ان لوگوں کو جن کے گھر ہمارے محلہ میں ہیں آنے سے نہ روکیں اور نہ ان کے مہمانوں کو اور نہ ان کے ملنے والوں کو۔ ہاں اگر کوئی اور شخص اِدھر آنا چاہے تو چونکہ اس کا کوئی کام ہمارے ہاں نہیں اس کو ادھر مت آنے دو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اس طرح دھوکا دیکر ہمارے گھروں میں آجائیں۔ پنجاب میں ایسے واقعات ہو چکے ہیں کہ لوگ دھوکا دیکر آئے اور آکر فتنہ کیا۔

کیا ہم بزدل ہیں

مَیں جانتا ہوں کہ یہاں بھی ان لوگوں نے ہم پر بزدلی کا الزام لگایا ہے اور باہر جا کر بھی ہمیں بُزدل کہیں گے۔ مگر ان کو مَیں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بزدلی دشمن کے بد ارادوں کو معلوم کر کے اپنی حفاظت کے لئے چوکس ہو جانے اور اپنی جان دینے کے لئے تیار ہو جانے کا ہی نام ہے تو ہم بُزدل ہیں لیکن وہ اس کا کیا نام رکھتے ہیں کہ بقول ان کے انہوں نے اپنے مقدس مقامات اور اپنے خلیفۃ المسلمین کے شہر پر اور اس کی فوجوں پر خود قبضہ کیا اور

تلواریں چلائیں۔ وہ بتائیں کہ دونوں میں سے بُزدل کون ہے۔

ہم نے کبھی کسی کو دُکھ نہیں دیا

ہم وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی جانوں کی پرواہ نہیں۔ ہم نے کسی پر حملہ نہیں کیا ہم کسی پر حملہ نہیں کرتے۔ بلکہ اگر ہمیں کوئی گالیاں دے تو صبر کرتے رہے ہیں لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ہمارے مقدسوں پر اور ہمارے مقدس مقاموں پر کوئی حملہ کرنا چاہے اور ہم صبر کر کے بیٹھ جائیں یا اس وقت خود حفاظتی کی تیاری کریں جب دشمن کا حملہ ہو ہی جائے۔ ایسی صورت میں ہم پر شریعت، اخلاق اور قانون فرض کرتے ہیں کہ حفاظت کریں۔ اگر ہم ایسے وقت میں خاموش رہیں تو ہم مؤمن نہیں فاسق ہونگے۔

مخالفوں کا حضرت اقدس کی قبر مبارک کھودنے کا ناپاک ارادہ

پس اگر یہ خبریں جو ہمیں ملیں محض افواہیں ہوں جو دشمنوں نے ہمیں گھبرا دینے کے لئے مشہور کی تھیں (جو بات کہ فی الواقع نہیں ہے) تو بھی ہمارا کوئی نقصان اس انتظام سے نہیں ہؤا۔ ہمیں چار دن میں اس کام کی مشق ہو گئی۔ اگرچہ ہمارے پاس کافی وجوہ ہیں کہ دشمن کا ارادہ بد تھا۔ ان کے اشتہار اس امر کے شاہد تھے۔ مختلف مقامات سے ایک ہی قسم کی اطلاعات آرہی تھیں۔ پٹیالہ، لدھیانہ، امرتسر، لاہور اور قادیان کے اردگرد کے دیہات میں چرچا تھا کہ اس دفعہ مرزا صاحب کی قبر کھودینگے اور دیکھیں گے کہ وہ سچے نبی تھے یا جھوٹے۔ اگر سچے تھے تو ان کے جسم کو مٹی نے نہیں کھایا ہوگا اور ان کے کتب خانوں کو جلایا جائے گا کیونکہ ان سے دُنیا میں گمراہی پھیلتی ہے۔ لاش کو مٹی کے کھانے کے اعتراض کا جواب تو میں اعتراضوں میں بتاؤں گا کہ یہ اعتراض فضول ہے مگر ہم کو ایسی خبریں پندرہ سولہ جگہوں سے پہنچیں اس لئے ہم نے اپنے پہرے کا بندوبست کیا۔ اگر یہ لوگ کہیں کہ ہم نے جان بچائی اور گھر میں بند ہو کر بیٹھ گئے تو یہ ان کی عقل کی کوتاہی ہے کیونکہ ہمیں جان کی پرواہ نہیں اور یہ جو کچھ تھا یہ اس لئے تھا کہ ہم اپنی جان کو ان چیزوں کی حفاظت کے مقابلہ میں کچھ نہیں سمجھتے۔

قادیان کی حفاظت کیلئے ہم کیا قربانی دینگے

مجھے بُزدلی سے طبعاً نفرت ہے۔ مَیں نے پچھلے سال جب امرتسر میں لیکچر دیا اور مولویوں نے شور شروع کیا اور ان کا ارادہ اینٹ پتھر پھینکنے کا معلوم کر کے بعض دوست میری محبت سے میرے آگے کھڑے ہو گئے تو مَیں نے ان کو حکماً بٹھا دیا۔ اس وقت بعض دوستوں نے گھبرا کر مجھے کہا کہ آپ بیٹھ جائیں اور لیکچر نہ دیں تو مَیں نے ان کو جھڑک دیا کہ کیا تم مجھے بُزدل بناتے ہو۔ یہ شور

کرتے رہیں مَیں لیکچر ختم کر کے بیٹھوں گا۔ ہمارے مخالفوں کو اس واقعہ کا بھی غصّہ تھا پس ہمیں جان کی پرواہ نہیں بلکہ قادیان ہمارا مقدس مقام اور اس کی تقدیس ایسی ہی ہے جیسی اوروں کے مقدس مقاموں کی۔ پس ہم یہ پسند کرینگے کہ ہمیں اور ہمارے بیوی بچوں کو کاٹ کاٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے مگر ہم اس امر کو ہرگز پسند نہ کرینگے کہ ان مقامات کی بے حُرمتی کی جائے۔ پس اب دشمن گو بظاہر ہم پر ہنسے مگر اس کا دل رو رہا ہے کہ وہ اپنے ارادہ میں ناکام رہا۔

رعایت اسباب

بعض دوستوں نے ذکر کیا ہے کہ جب مَیں نے امرتسر میں لیکچر دیئے تھے توکسی مولوی نے کہا تھا کہ ہائے افسوس وہ لیکچر دیکر یہاں سے زندہ واپس چلا گیا۔ تو ہم خدا کے فضل سے وہاں بھی ان کے شر سے محفوظ رہے اور یہاں سے بھی یہ ذلّت کے ساتھ واپس ہوئے اور خدا نے ہمیں محفوظ رکھا۔ ان کا قصّہ اصحابِ فیل کے مطابق تھا۔ خدا مؤمن کا محافظ ہوتا ہے مگر اسباب کی رعایت ضروری ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے متعلق بھی ایک دفعہ اس قسم کی افواہیں مشہور ہوئی تھیں تو مسلمانوں نے فوراً اس کی حفاظت کا سامان کر لیا تھا۔ پس گو مقدس مقامات کی حفاظت اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کا نزول بندوں کی اپنی کوشش پر بھی منحصر ہوتا ہے سوائے ان مقامات کے کہ جن کی حفاظت کا اس نے خاص طور پر وعدہ فرمایا ہو۔ پس گو اگر ہم کوشش نہ کرتے تو ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ خود حفاظت کا سامان کرتا مگر ہمارا فرض بھی تھا کہ ہم اپنے ایمانوں کا ثبوت دیتے۔ پس خوب یاد رکھو مؤمن بہت ہوشیار ہوتا ہے اور وہ فوراً احتیاط کی راہ اختیار کر لیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں افواہ کی بناء پر حفاظت

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اطلاع ملی تھی کہ مدینہ سے دو سو میل کے فاصلہ پر ایک عیسائی حکومت تھی اس کا ارادہ ہے کہ مدینہ پر حملہ کرے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ اس حکومت نے کبھی بھی مدینہ پر حملہ نہیں کیا۔ لیکن اس خبر کی بناء پر صحابہؓ خاص طور پر تیار رہتے تھے۔ بلکہ ایک دفعہ معمولی سے شور پر تمام صحابہؓ اپنے گھروں سے نکل کر کھڑے ہوئے اور کوئی کدھر کو چل دیا اور کوئی کدھر کو۔ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی جو مسجد میں آ گئے۔

خود حفاظتی مؤمن کا فرض ہے

پس گو مؤمن فتنہ سے بچتا ہے اور خود کوئی ایسا موقع پیدا نہیں ہونے دیتا جس سے وہ فتنہ میں پڑے اور کسی پر

حملہ کرے لیکن جب کوئی اس پر حملہ آور ہو تو وہ شریعت اخلاق اور قانون کی طرف سے مجاز ہے کہ اس حملہ کے دفاع کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔ بلکہ بعض اوقات اگر وہ ایسا نہ کرے تو وہ ایمان سے باہر ہو جائیگا۔

ہم ہر ممکن طریق سے امن کے قیام کے حامی ہیں

پس ہم نے جو کچھ کیا ان حالات کے ماتحت کیا۔ یہ مَیں نے اس لئے بتایا ہے کہ کسی کو حیرت نہ ہو کہ یہ کیا انتظام تھا ورنہ ہم نے نہ کبھی فساد کیا نہ فساد کرنا چاہتے ہیں نہ کرینگے۔ یہاں ہر قوم کا جلسہ ہوتا ہے مگر کبھی کوئی فساد نہیں ہوا۔ حالانکہ ابھی پچھلے دنوں میں آریوں کا جلسہ ہوا اور ان کے بعض لیکچراروں نے اسلام پر حملہ کیا اور گالیاں دیں اور ہمارے بعض لوگوں نے بھی سُنا مگر وہ خاموش رہے۔ حالانکہ مَیں نے ان کو کہا کہ یہ درست نہیں کہ جہاں کوئی گالیاں دے ہم اس کی گالیاں سُنتے رہیں۔ یہ بہتر ہوتا کہ وہ وہاں سے آجاتے۔ یہ ہماری ہی جماعت ہے جو گالیاں سننے کے باوجود صبر سے کام لیتی ہے۔ ورنہ اگر باہر ایسا واقعہ ہوتا تو کشتوں کے پشتے لگ جاتے۔

ہم دین کیلئے جان دینے سے پرہیز نہیں کرتے

ابھی ہمارے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بی اے بیرسٹر لاہور سے آرہے تھے تو ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ انھوں نے بتایا کہ قادیان جا رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ نہ جائیں وہاں فساد ہوگا۔ چوہدری صاحب نے جواب دیا کہ ہماری جماعت فساد نہیں کرے گی۔ اُس نے کہا کون روکے گا انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا خلیفہ ہے جو فساد کو روک دیگا۔

ہمارے مخالفوں کو معلوم نہیں کہ اگر ہم دین کے کام کے لئے جان دینے کو کہیں تو ہماری جماعت کے لوگوں کو جان دینے سے بھی عذر نہیں ہو سکتا اور یہ محض ظنی بات نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ برطانیہ کی کابل سے جنگ ہوئی ہمارے نزدیک چونکہ حکومت برطانیہ حق پر تھی اور اس وقت تک کابل کی حکومت ہمارے مذہب کو جبراً مٹانا چاہتی تھی اس لئے ہمارا برطانیہ کی مدد کرنا مذہبی فرض تھا۔ مَیں نے اپنی جماعت میں اس جنگ میں شامل ہونے کے لئے اعلان کیا اور باوجود اس کے کہ ہمارے بہت سے لوگ جرمن کی جنگ کے وقت بھرتی ہو چکے تھے پھر بھی ایک قلیل عرصہ میں پندرہ سو درخواستیں آگئیں۔

پس ان لوگوں نے گالیوں کو سُنا اور برداشت کیا۔ کیونکہ میرا حکم تھا کہ فساد سے بچو۔ ورنہ بعض جوشیلے ایسے تھے جو گھر بیٹھے روایتاً واقعات سُنکر جوش میں آرہے تھے۔ ان کو فساد سے روکنے والی بات محض شریعت اور میرا حکم تھا۔

ہم نے اپنی حفاظت کا سامان خود کیا

اگر ہمارے آدمی ان کے جلسہ میں جاتے اور ان کی بدزبانی سُنتے اور ان کی طرف سے فساد ہوتا تو ہمارے حق میں کسی نے گواہی نہیں دینی تھی۔ عدالت میں لوگ صریحاً جھوٹ بول دیتے۔ کیونکہ یہ قوم ہماری دشمن ہے۔ دُنیا آج منافقت چاہتی ہے اور ہم میں منافقت نہیں اگر فساد ہوتا تو سوائے شاذ کے کوئی ہمارا گواہ نہ ہوتا اور گورنمنٹ کے حکام تک بھی ہمیں کو الزام دیتے پس یہ ہماری احتیاط کا نتیجہ نکلا کہ دشمن اپنے جن بدارادوں سے آیا تھا وہ اس کو اپنے ساتھ ہی لے گیا اور کوئی کسی قسم کا فساد نہیں ہوا۔ فساد کے نہ ہونے اور دشمن کا اپنے بدارادوں میں ناکام رہنے میں گو گورنمنٹ کے حکام کی موجودگی کا بھی دخل تھا۔ مگر انھوں نے عملی طور پر اس کام میں کوئی حصہ نہیں لیا اور اس میں روک زیادہ تر ہماری احتیاط ہی تھی اور اسی طرح ہمارا یہ حکم کہ ہمارے آدمی بلا اجازت جلسہ میں نہ جاویں۔

انکو ہم پر غصہ ترکوں کی خلافت کے باعث ہے

اب سوال ہوتا ہے کہ انکو ہم پر خفگی کی وجہ کیا ہے۔ جیسا کہ انھوں نے اپنے اشتہاروں میں بھی ظاہر کیا ہے ان کو ہم سے خلافت کے بارے میں اختلاف ہے اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی خلافت کے بارے میں مدد نہیں کرتے مگر ان کا یہ اعتراض کم فہمی پر مبنی ہے۔ کیونکہ کسی کو مجبور کرنا کہ وہ ان کا ہم خیال ہو جائے ایک بہت ہی بُرا اور گندہ فعل ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ترکوں کے بادشاہ خلیفۂ رسول اللہ ہیں۔ اور برخلاف اس کے ہمارا عقیدہ ہے کہ مسلمان خراب ہو گئے ان کی اصلاح کے لئے محمد رسول اللہ کا ایک غلام مسیح اور مہدی بنا کر مبعوث کیا گیا۔ اب خلیفہ وہی ہو سکتا ہے جو مسیح موعود کا غلام ہو۔

پس وہ ہم سے اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں جو ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔ اگر ہم ان کی خاطر اپنے مذہب کو چھپا کر سلطان ترکی کی خلافت کے مسئلہ میں ان کے ہم خیال ہونے کا اظہار کریں تو ہم منافق ہونگے اور منافقوں کو اپنے ساتھ ملا کر ان کو کیا نفع ہو گا۔ بلکہ ہمارا ملنا ان کے لئے مضر ہو گا کیونکہ اگر ہم ان کے ساتھ اس مسئلہ میں مل جاتے تو ہندوستان میں منافقت بڑھ جاتی۔ اور اس زمانہ میں جبکہ پہلے ہی نفاق چاروں طرف پھیلا ہوا ہے اور ضرورت ہے کہ اس کو مٹا کر تقویٰ

اور صداقت کو قائم کیا جائے۔ ان لوگوں کا ہمیں نفاق اختیار کرنے پر مجبور کرنا اچھے ثمرات نہیں پیدا کر سکتا تھا۔ ہم سلطان ترکی کو خلیفہ نہیں مان سکتے۔ کیونکہ ہمارے لئے خلیفہ وہی ہو سکتا ہے جو مسیح موعود کا متبع اور جانشین ہو۔

باوجود بے تعلق ہونے کے ہم نے ترکوں کے لئے کیا کیا

وہ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ ان کے شورش پھیلانے میں کیوں شریک نہیں ہوتے۔ لیکن جب ہمارے نزدیک شورشوں میں حصہ لینا جائز ہی نہیں تو ہم کیوں اپنے مسلک اور اپنے مذہب کو چھوڑیں۔ ہاں ہم نے باوجود بے تعلق اور علیحدہ ہونے کے پھر بھی معاہدہ ترکی کے بارے میں اتحادیوں سے جو غلطیاں ہوئی تھیں، ادب سے ان کے متعلق گورنمنٹ کو مشورہ دیا کہ ان کی اصلاح ہونی چاہئے۔ چنانچہ ان مشوروں کے مطابق ایک حد تک تھریس اور سمرنا کے معاملہ میں پچھلے معاہدہ میں اصلاح بھی کی گئی ہے۔

ہمارا عربوں کی آزادی کے متعلق مشورہ

ہم نے عربوں کے معاملہ میں لکھا کہ وہ غیر قوم اور غیر زبان رکھتے ہیں وہ آزاد رہنا چاہتے ہیں۔ نہ ان کو ترکوں کے ماتحت رکھا جائے نہ اتحادی ان کو اپنے ماتحت رکھیں۔ باوجود اس کے کہ یہ لوگ اپنے لئے تو یہ قاعدہ بناتے ہیں کہ انگریزی سلطنت سے آزاد ہوں مگر ان کو یہ بات پسند نہیں کہ عرب بھی آزاد ہوں۔ گویا جو چیز یہ خود ناپسند کرتے ہیں عربوں کو اس کے پسند کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ پس ہمارے مطالبات کی صحت کا انکار نہیں کیا گیا بلکہ اس کو تسلیم کر کے موجودہ وقت میں جو اصلاح کی گئی اس کو ملحوظ رکھا گیا۔ مگر جو کچھ یہ غیر احمدی لوگ مطالبہ کرتے تھے وہ پورا نہیں کیا گیا کیونکہ وہ درست نہ تھا۔

ہماری ترکوں کے لئے عملی کوششیں

پس ہم سے جس قدر ہو سکتا تھا ہم نے کیا رسالے ہم نے لکھ کر شائع کئے، چٹھیاں میں نے گورنمنٹ کو لکھیں اور جو غلطیاں میں نے گورنمنٹ کو بتائیں گورنمنٹ نے فراخ حوصلگی سے ان میں سے بعض کو تسلیم کیا اور ان کی اصلاح کے متعلق کوشش کرنے کا وعدہ کیا۔ ہم نے ہز ایکسلنسی گورنر پنجاب کو میموریل بھیجا۔ ہم نے گورنر جنرل کو بھی لکھا۔ ولایت میں اپنے مبلغین کو ترکوں سے ہمدردی اور انصاف کرنے کے متعلق تحریک کرنے کے لئے ہدایت کی۔ امریکہ میں اپنا مبلغ بھیجا کہ علاوہ تبلیغِ اسلام کے ترکوں کے متعلق جو غلط فہمیاں ان لوگوں میں مشہور ہیں ان کو دور کرے۔ چنانچہ وہ وہاں علاوہ

تبلیغ اسلام کے یہ کام بھی کر رہا ہے اور کئی اخبارات میں ترکوں کی تائید میں آرٹیکل لکھے گئے ہیں۔

غرض ہماری طرف سے باوجود ترکوں سے بے تعلق ہونے کے محض اسلام کے نام میں شرکت رکھنے کے باعث ان کے لئے اس قدر جدوجہد کی گئی ہے۔ مگر ترکوں نے ہمارے لئے کیا کیا۔ جب ہمارے بعض آدمی ان کے علاقے میں گئے تو ان کو گرفتار کرلیا گیا۔ تو یہ لوگ کس قدر ناشکر گذار ہیں کہ باوجود اس قدر کوشش کے پھر ہمارے خلاف ایسے ایسے منصوبے کرتے اور اس قدر بدارادوں کے ساتھ آتے ہیں۔

ہمارے مخالفوں کا بے اُصولاپن

ہمیں کہتے ہیں کہ ہم ان کی خاطر گورنمنٹ سے بگاڑ لیں اور عدمِ تعاون کریں۔ مگر یہ واعظینِ عدمِ تعاون جو ساری دُنیا کو عدم تعاون کے لئے مجبور کرتے اور ہمارے خلاف اس لئے جوش میں اندھے ہو جاتے ہیں کہ ہم عدم تعاون نہیں کرتے خود اس قسم کے ارادوں کے ساتھ آنے کے باوجود اپنے جلسہ میں جب سرکاری مجسٹریٹ اور پولیس کو دیکھتے ہیں تو ان کی تعریف کرتے کرتے ان کے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں۔ ہم عدم تعاون کو خلاف اسلام خیال کرتے ہیں اس لئے ہم پولیس وغیرہ سے اگر مدد لیں تو ہمارے مذہب کی رُو سے ناجائز نہیں۔ مگر یہ جو عدم تعاون کے قائل ہیں ان کا تو فرض تھا کہ مجسٹریٹ اور پولیس کو اپنے جلسہ میں قدم نہ رکھنے دیتے اور کہتے کہ جائیے ہم اپنا انتظام آپ کرینگے۔ یوں تو عدم تعاون پر یہ زور اور جلسہ میں ان کی تعریف اور خوشامد کی جائے۔ حالانکہ ان سے تعاون ان کی شریعت کی رُو سے حرام ہے۔ پس مجسٹریٹ اور پولیس کا ان کے جلسہ میں ہونا ان کے لئے کلنک کا ٹیکا تھا تو وہ جن بدارادوں کے ساتھ آئے تھے ان میں سخت محرومی کے ساتھ وہ یہاں سے واپس ہوئے اور یہ خدا کا عین فضل اور کرم ہے۔

ظالم گورنمنٹ کے مقابلہ میں ہمارا رویہ

ہم بغاوت کے لئے نہ کبھی تیار تھے نہ ہیں نہ ہونگے۔ اگر ہمارے نزدیک گورنمنٹ ایسی ظالمانہ ہو جائیگی جس کا ظلم ناقابل برداشت ہوگا تو ہم اس کا ملک چھوڑ دینگے۔

کیا ہم گورنمنٹ کے خوشامدی ہیں

ہمیں کہا جاتا ہے کہ ہم اس گورنمنٹ کے خوشامدی ہیں۔ مگر حیرت ہے کہ وہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ اس گورنمنٹ سے ہمیں کونسا زائد فائدہ ملتا ہے۔ جتنا کہ باوجود مخالفت کے مسٹر گاندھی اور مسٹر محمد علی و شوکت علی اُٹھا رہے ہیں۔ گورنمنٹ سے جو ایک ایکسٹریمسٹ* فائدہ اُٹھا رہا ہے وہی ہم بھی لے

* EXTREMIST

رہا ہوں اس لئے میں کیوں خوشامد کرتا۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو میں بعض اوقات نقصان اُٹھاتا ہوں اور مسٹر محمد علی و شوکت علی نہیں اُٹھاتے۔ اس لئے کہ گورنمنٹ میرے متعلق خیال کرتی ہے کہ اس کے ساتھ تھوڑے آدمی ہیں اور محمد علی اور شوکت علی کے ساتھ زیادہ ہیں۔ وہ ان سے ڈر جاتی ہے لیکن ہمارے حقوق کو بعض اوقات پامال کر دیتی ہے۔ پس ہمیں کوئی زائد فائدہ نہیں مل رہا جس کے لئے ہم خوشامد کریں۔ ہمیں گورنمنٹ کے حکام سے بھی بعض اوقات نقصان اُٹھانا پڑتا ہے کیونکہ وہ لوگ آخر ہندو یا مسلمان ہی ہوتے ہیں اور چونکہ ہمارے خیالات ان کو نئے معلوم ہوتے ہیں طبعاً وہ ان سے نفرت کرتے ہیں۔

پس ہم جو گورنمنٹ کی تائید کرتے ہیں اس میں ہمارا کوئی خاص نفع نہیں بلکہ ہمیں خواہ اس سے نقصان پہنچے ہم اس کی تائید کرینگے۔ کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم جس گورنمنٹ کے ماتحت ہوں اس کی اطاعت کریں۔ اگر وہ ظلم کرے تو ہم اس کے ملک میں رہ کر اس کے خلاف کچھ نہیں کرینگے بلکہ اس کے ظلم سے نکل جائیں گے اور اس کا ملک چھوڑ دینگے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ احمدی کچھ دنوں بعد دیکھیں گے کہ گورنمنٹ ان سے کیسی غداری کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب ہماری وفاداری کی بنیاد گورنمنٹ سے اُمید پر ہے ہی نہیں تو گورنمنٹ ہم سے کیا غداری کریگی۔ اب وہ ہمیں کیا زائد نفع پہنچاتی ہے جو آئندہ پہنچائے گی۔

اگر ذاتی طور پر دیکھا جائے تو بھی معلوم ہو گا کہ ہمارے خاندان کو گورنمنٹ سے خاص فائدہ نہیں پہنچا بلکہ نقصان پہنچا ہے۔ ہمارا خاندان اس علاقہ کا حاکم اور مالک تھا۔ یہ علاقہ ہم سے جاتا رہا مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب جن کو جابر بادشاہ کہا جاتا ہے انھوں نے ہمارا کچھ علاقہ واپس کر دیا تھا اور ہماری ملکیت کو تسلیم کیا تھا۔ جب انگریزی راج آیا تو انگریزی عدالتوں نے ہمارا باقی علاقہ تو کیا واپس کرنا تھا یہ فیصلہ کر دیا کہ ان کا کوئی حق نہیں اس طرح وہ علاقہ بھی جاتا رہا۔ مگر پنجاب چیفس کی رپورٹ میں تسلیم کیا گیا کہ واقعی وہ علاقہ ان کا ہے۔

غلطیاں ہر گورنمنٹ سے ہوتی ہیں

ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ قوانین کے ماتحت چلتی ہے اور اپنی طرف سے قانون کی رعایت رکھتی ہے اور یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے۔ اس سے غلطیاں ہوتی ہیں اور ہونی چاہئیں۔ کیونکہ یہ انسانی حکومت ہے اگر اسلامی حکومت ہو تو اس سے بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔

ہم موجودہ صورت میں عدم تعاون کو غلط سمجھتے ہیں

اس لئے ہم مذہباً عدم تعاون کے طریق پر کاربند نہیں ہوسکتے لیکن یہ لوگ ہم سے زیادہ مجرم ہیں کہ باوجود یہ طریق اختیار کرنے کے پھر تعاون کرتے ہیں۔ پچھلے دنوں کالج چھوڑے مدرسے چھوڑے اور ہمارے لڑکوں کو مارنے کی دھمکیاں دی گئیں اور ہماری لاہور کی جماعت کے پریذیڈنٹ کو خط لکھا گیا کہ یا تو آپ کے طلباء کالج میں نہ جاویں ورنہ ہم ان کو مارینگے لیکن ہمارے طلباء چونکہ اس مسئلہ کو غلط جانتے ہیں اس لئے وہ ان کے ساتھ اس غلطی میں نہ شامل ہوسکتے تھے نہ ہوئے۔ اگرچہ ان میں سے بعض کے ساتھ بہت بُرا سلوک بھی کیا گیا۔ مگر چند روز کے بعد وہ جوش ٹھنڈے ہوگئے اور وہی جو دوسروں کو مار مار کر مجبور کرتے تھے کہ کالج چھوڑیں خود واپس آگئے اور پھر شرمندگی کے ساتھ دعویٰ بھی کرنے لگے کہ ہم نے کچھ کیا تو سہی۔ حالانکہ جو کچھ انھوں نے کیا یہ ایسا تھا کہ اگر نہ کرتے تو بہت اچھا تھا۔ انھوں نے جو کارروائی کی اس سے اپنے لیڈروں کو ذلت پہنچائی اور اس تحریک کو بے وزن کر دیا۔

ہمارا اور ان کا نقطۂ نگاہ

اصل بات یہ ہے کہ ہمارا نقطۂ نگاہ ان کے نقطۂ نگاہ سے اعلیٰ ہے ہمارا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ دین پھیل جائے اور ان کا محض یہ خیال ہے کہ دنیا ان کو مل جائے۔ ہمیں اسلام تباہ ہوتا ہؤا نظر آرہا تھا اور یہ اس کی طرف سے غافل ہیں۔ ابھی بیس سال بھی نہیں گذرے کہ ہمارے ملک کے مسلمانوں میں یہ خیالات پھیلے ہوئے تھے کہ "خلیفۃ المسلمین" سلطان ترکی کی فوج ۲ ½ کروڑ ہے اور تمام یورپ کی حکومتوں کے سفیر جب سلطان کی سواری نکلتی ہے رکابیں تھام کر ساتھ چلتے ہیں۔ اگرچہ جتنی وہ فوج بتلاتے تھے اتنی اس کے ملک کی آبادی ہی ہوگی۔ یہ لوگ اس قسم کی شان و شوکت کے خیالات میں مست تھے اور ادھر اَور اقوام تو الگ رہیں سید زادے جن کی تمام تر عزت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل تھی اسلام کو چھوڑ چھوڑ کر عیسائیت کا جامہ پہن رہے تھے اور سٹیجوں پر کھڑے ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گندی سے گندی گالیاں دیتے تھے اور صرف ہندوستان میں مسلمانوں میں سے قریباً پانچ لاکھ کے قریب لوگ عیسائی ہوچکے تھے۔ اس حالت کو دیکھ کر آج سے چالیس برس پہلے ایک خدا کے مرد نے کھڑے ہوکر آواز دی اور کہا کہ مسلمانو! ہوشیار ہوجاؤ۔ اب بھی وقت ہے کہ تم غفلت چھوڑ دو اور اسلام کی حفاظت کی فکر کرو۔ مگر مسلمانوں نے اس آواز کو حقیر سمجھا۔ انھوں نے کہا کہ اسلام تو عین عروج پر ہے۔ ہمیں سلطنت کی ضرورت ہے اس کیلئے کوشش کرنی چاہئے۔ ہمیں مذہب کی فکر ہے اور ان کو

محض سلطنت کی۔ لیکن ان کا خیال تو جب اور جس طرح پورا ہوگا، اسی سے ظاہر ہے کہ جو کچھ ان کے پاس تھا اسے بھی کھو رہے ہیں اور ہم اپنے ارادے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ کیونکہ ہمارا یقین ہے اور سچا یقین ہے کہ جب یورپ مسلمان ہوگا تو اس کی حکومتیں بھی مسلمان ہونگی - ہم گویا ایک پتھر سے دو شکار کر رہے ہیں اور یہ اپنے ایک پتھر کو یونہی ہوا میں اُچھال رہے ہیں۔

پس ہمارا اصل مدعا حکومت نہیں مذہب ہے اور ان کو مذہب سے واسطہ نہیں حکومت چاہتے ہیں۔ مگر ہم اپنے کام کے ثمر دیکھ رہے ہیں کہ وہ یورپ جو اسلام کا دشمن کہا جاتا ہے اور ہے اس میں ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو رات کو نہیں سوتے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیج لیں۔

حکومت اعلیٰ اخلاق سے ملتی ہے

پس ہم کہتے ہیں کہ جو اعلیٰ مقصد ہے اس پر چلو۔ مگر یہ ہمیں ادنیٰ مقصد کی طرف کھینچ رہے ہیں۔ حکومت قابلیت اور اخلاق سے آتی ہے اور ان کے پاس نہ قابلیت ہے نہ اخلاق ہیں۔ پھر محض شور سے کیا بن سکتا ہے اگر ان کا مذہب درست ہو جائے تو ان کی سب باتیں درست ہو سکتی ہیں۔ ورنہ بغیر اخلاق کی درستی کے کچھ نہیں ہو سکتا۔

ہندو مسلم اتحاد کی حقیقت

یہ لوگ ہندو مسلم اتحاد کو لئے پھرتے ہیں مگر ان کے دل ایک دوسرے کے بغض سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ ظاہر میں اتفاق و اتحاد کے گیت گاتے ہیں مگر باطن میں ایک دوسرے کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکنے کے درپے ہو رہے ہیں۔ ہم سے بعض مسلمانوں نے جو بڑے اتحاد کے حامی ہیں کہا کہ یہ پالیسی ہے جب انگریز نکل گئے تو ہم کابل کی مدد سے ہندوؤں کو اپنے ماتحت کر لیں گے۔ اسی طرح چونکہ ہندو ہمیں ان سے الگ سمجھتے ہیں اس لئے بعض خیالات ہم پر ظاہر کر دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم ۲۲ کروڑ ہیں انگریز جالیں پھر ہم ان مسلمانوں کو قابو کر لیں گے۔

پس جو صُلح کرتے ہیں اور اس نیت سے کرتے ہیں جو محبت کا ہاتھ بڑھاتے ہیں اور ان کے دل میں اسقدر کپٹ ہے وہ کب اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

تمام دُنیا سے صلح کرو

لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ صلح ہو بھی جائے تو بھی اس صلح کے باوجود پھر جنگ ہی رہی کیونکہ آپس میں تو صلح کرنا چاہتے ہیں مگر انگریزوں سے جنگ کرتے ہیں۔ مگر جب تک دُنیا میں یہ صورت رہیگی کہ ایک قوم دوسری سے صلح اس لئے کریگی کہ

تیسری سے جنگ رکھے اس وقت تک کبھی امن نہ ہوگا۔جرمن و فرانس کی جنگ اسی لئے ہوئی۔جب ایک طرف دھڑا بندی ہوئی تو دوسری طرف بھی ایسا ہی ہوا۔یہ طریق امن کے بحال کرنے کا غلط ہے۔ہم لوگ ساری دنیا سے صُلح کرنا چاہتے ہیں۔ہم ایک کو پامال کرنے کے لئے دوسرے سے صلح نہیں کر سکتے۔بلکہ ہم سب سے صلح کے خواہاں ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہندو مسلم اتحاد ہی کی ضرورت نہیں بلکہ ساری دنیا سے اتحاد اور صلح کرو تب کامیابی ہوگی۔

پنجاب کے ایک مشہور پیر صاحب کا بے اُصولا پن

یہ ان لوگوں کا بے اصولا پن ہے کہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ یہ حالت انکی سیاسی طور پر ہی نہیں مذہبی طور پر بھی ہے۔پنجاب کے ایک مشہور پیر صاحب ہیں۔ایک مقام پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لیکچر تھا۔انھوں نے احمدیوں سے کلام کرنے والے اور جو ان کے لیکچر میں جائے اس کے نکاح کے ٹوٹنے کا فتویٰ دیدیا تھا۔باوجود اس کے بہت سے لوگ لیکچر میں آئے اور کہا کہ نکاح تو سوا روپیہ میں پڑھا جاتا ہے یہ موقع تو پھر شاید ملے یا نہ ملے۔غرض ان پیر صاحب کا یہ فتویٰ تھا مگر اس فتویٰ کے خلاف خود ان کی حالت یہ تھی کہ حضرت خلیفۂ اول کے وقت میں مجھ کو کسی کام کے لئے لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔مَیں جب واپس آرہا تھا تو لاہور کے اسٹیشن پر میرے ساتھ میاں محمد شریف صاحب بھی تھے جو آجکل امرتسر میں ای۔اے۔سی ہیں اور اَور دوست بھی تھے۔جب ہم گاڑی کے قریب آئے تو ایک گاڑی میں سر پر سبز کپڑا ڈالے وہ پیر صاحب بیٹھے تھے اور کھڑکی کے پاس کچھ لوگ جمع تھے۔میاں محمد شریف صاحب نے مجھے کہا کہ میرے خیال میں یہ فلاں پیر صاحب ہیں۔اگرچہ مَیں نے ان کو کبھی دیکھا تو نہیں مگر قرائن سے سمجھتا ہوں کہ وہی ہیں۔انھوں نے مشورہ دیا کہ چونکہ ہمارے بہت عنید ہیں اس لئے بہتر ہو کہ آپ دوسرے کمرے میں بیٹھ جائیں۔مجھے ان کی یہ بات پسند نہ آئی۔مگر تاہم انہوں نے اور کمرہ دیکھا اور چونکہ اور کوئی کمرہ اس درجہ کا نہ تھا اس لئے مَیں اسی میں بیٹھ گیا۔گاڑی چلنے سے پیشتر لوگوں نے کہا پیر صاحب کچھ کھانا حاضر کریں۔پیر صاحب نے کہا کہ نہیں مجھے بالکل اشتہاء نہیں، لیکن جب گاڑی چلی تو اپنے نوکر سے کہا کہ کچھ کھانے کو ہے تو مجھے دے سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔اس نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں۔پیر صاحب نے کہا مجھ سے تو بھوک برداشت نہیں ہوسکتی۔اس نے کہا کہ میانمیر تک صبر کریں وہاں کھانے کا بندوبست کردونگا۔پیر صاحب نے کہا کہ مجھ سے وہاں تک بھی برداشت نہیں ہوسکتی۔مَیں ان کی اس بات پر حیران ہوا کہ جب اتنی بھوک تھی اور لوگ کھانا لانے کو کہہ رہے

تھے تو اس میں شرم کی کونسی بات تھی۔ مگر ان کو تو کہا کہ مجھے بالکل بھوک نہیں اور گاڑی چلتے ہی بیقراری کا اظہار کرنے لگے۔ آخر اس کو کہا کہ کچھ خشک میوہ ساتھ تھا وہ ہے اس نے کہا کہ ہاں ہے۔ پیر صاحب نے کھڑکی کے راستہ میوہ کا رومال نوکر سے لے لیا اور رومال کھول کر کھانا شروع کیا۔ ساتھ ہی مجھ سے باتیں کرنے لگے کہ آپ کا اسمِ مبارک۔ مَیں نے نام بتایا کہا کہ کدھر چلے۔ مَیں نے کہا قادیان۔ کہا آپ مرزا صاحب کے مُرید ہیں۔ مَیں نے کہا۔ ہاں۔ کہا۔ آپ رہنے والے کہاں کے ہیں۔ مَیں نے بتایا کہ قادیان کا رہنے والا ہوں۔ پُوچھا کہ کیا آپ کا مرزا صاحب سے رشتہ بھی ہے۔ مَیں نے کہا کہ ہاں۔ پُوچھا کیا؟ بتایا کہ اُن کا بیٹا ہوں۔ پیر صاحب نے کہا اچھا آپ ان کے بیٹے ہیں۔ مجھے تو آپ سے ملنے کا بہت ہی اشتیاق تھا۔ یہ کہہ کر اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے سامنے آ بیٹھے اور میوہ کا رومال میرے سامنے رکھ دیا کہ آپ بھی کھائیں۔ اگرچہ غیرت بھی تقاضا نہیں کرتی تھی لیکن مجھے زکام تھا۔ اس لئے مَیں نے کہا مجھے زکام ہے مَیں یہ نہیں کھاؤں گا کیونکہ اس میں ترش میوہ تھا۔ پیر صاحب نے کہا کہ یہ سب ڈھکوسلے ہیں جو کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ آپ کھائیں تو سہی۔ مَیں نے کہا کہ او ہو پیر صاحب آپ سے بڑی غلطی ہوئی کہنے لگے۔ کیا؟ مَیں نے کہا یہ بات آپ کو لاہور کے اسٹیشن پر بتانی چاہئے تھی۔ آپ بھی نہ ٹکٹ لیتے اور مَیں بھی نہ لیتا۔ مجھے خدا نے قادیان پہنچانا ہوتا تو پہنچا دیتا اور آپ کو امرتسر۔ کم از کم پیسے تو بچتے۔ کہنے لگے آخر یہ تو اسباب کی رعایت ہے۔ مَیں نے کہا اسی طرح یہ بھی رعایت اسباب ہے۔ تب پیر صاحب بولے کہ ہاں یہی میرا مطلب تھا۔ مگر کھانے کے لئے پھر اصرار کرتے رہے آخر انھوں نے کہا کہ ان خشک انجیروں کا تو کچھ حرج نہیں۔ آخر مَیں نے بھی اس خیال سے کہ پیر صاحب کی مجھ سے باتیں کرنے کی علامت میرے پاس رہے انھوں نے جو دو انجیر دیئے تھے وہ مَیں نے جیب میں ڈال لئے۔ جو ایک احمدی نے مجھ سے لے لئے کہ پیر صاحب کو یہ بات یاد دلائیں۔ لیکن مَیں حیران تھا کہ آخر پیر صاحب میں یہ اتنا تغیر کیسے آ گیا اور نکاح کے ٹوٹنے کے فتوے جو انھوں نے دیئے ہوئے ہیں وہ ان کو فراموش کیوں ہو گئے۔ اتنے میں پیر صاحب کہنے لگے کہ ایک دین کے معاملہ میں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ مَیں نے کہا فرمایئے۔ کہا کہ ایک احمدی اور ایک شخص کا مقدمہ ہے آپ احمدی کو لکھیں کہ وہ آپس میں صلح کر لیں۔ کیونکہ عدالت میں فریقین کو جھوٹ بولنا پڑیگا۔ مَیں نے کہا کہ احمدی اگر واقعی احمدی ہے تو وہ جھوٹ بولے گا نہیں۔ باقی رہا میرا اس کو خط لکھنا۔ سو جب تک مجھے خود معلوم نہ ہو کہ واقعات کیا ہیں مَیں خط کیسے لکھ سکتا ہوں۔ انھوں نے بڑا زور دیا کہ آپ لکھ دیں۔ مَیں نے کہا کہ جب تک مَیں جا کر حالات معلوم نہ کروں اس وقت تک میں خط لکھنے کا

وعدہ نہیں کر سکتا، لیکن جب میں یہاں آیا اور معلوم کیا تو معلوم ہؤا کہ دوسرا فریق مقدمہ پیر صاحب ہی تھے۔

غرض ان لوگوں کا یہ بے اُصولا پن ہے کہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں اور ان کے اعمال میں کوئی ترتیب نہیں۔ ایسی صورت میں ہم کب ان سے اشتراک کر سکتے ہیں۔ یہ بے اُصولا پن تو انہی کو مبارک رہے۔

ہمارے ساتھ غیر احمدیوں کی بدسلوکیاں

لوگ کہتے ہیں کہ انگریز ظلم کرتے ہیں ہم انگریزوں کی غلطی کو صحیح نہیں کہہ سکتے۔ اگر انگریز کوئی غلطی کرتے ہیں تو ہم ان کو بتلاتے ہیں۔ ہم ان کے مذہب پر اُصولی طور پر اعتراض کرتے ہیں اور ہم نے اس بارے میں اُصولاً سخت سے سخت ان کو لکھا۔ لیکن باوجود حکومت کے کبھی انھوں نے جوش نہیں دکھایا۔ مگر ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ان کے پاس کوئی حکومت نہیں۔ انھوں نے بارہا اور مختلف مقامات پر ہم پر سختی اور ظلم کیا ہے ایسی صورت میں ہم تو یہی کہیں گے کہ خدا گنجے کو ناخن نہ دے۔ انھوں نے قصور میں ہمارے ساتھ کیا کیا۔ احمدیوں کے گھروں میں پانی دینے سے سقے بند کر دیئے۔ کنوؤں پر پہرے بٹھا دیئے اور بچوں کو پانی سے پیاسا تڑپا دیا اور وہ کربلا کا واقعہ جس پر مسلمان ہر سال روتے ہیں۔ ہمارے لئے قصور میں انھوں نے تازہ کر دیا۔ اور کئی کئی دن تک ہمارے آدمیوں کو پانی نہ دیا۔ کیا یہ ظلم نہیں۔ پھر کٹک میں ایک احمدی کی لاش کو انہی غیر احمدی لوگوں نے قبر سے نکال کر کتوں کے آگے ڈال دیا اور احمدیوں کے دروازوں کے سامنے کھڑے ہو گئے کہ کوئی نکلے تو سہی کس طرح نکلتا ہے اور لاش کو دفن کرتا ہے۔ قریب تھا کہ کتے لاش کو پھاڑ ڈالیں کہ پولیس کو کسی بھلے مانس نے اطلاع دی اور پولیس نے آکر دفن کرائی۔ مقدمہ ہؤا کسی شخص نے گواہی نہ دی اور صاف کہدیا کہ ہم موجود نہ تھے اسی طرح کی کارروائیاں مختلف مقامات پر ہوتی رہتی ہیں۔ پس اس صورت میں ہم ان سے کسی انسانیت کے سلوک کی کس طرح توقع کر سکتے ہیں۔

کوئی نبی اور کوئی بات نہیں جس پر اعتراض نہ کیا گیا ہو

دوسرا اختلاف ان کو ہم سے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ہے یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ہمارا مذہب برباد کر دیا۔ نبیوں کی ہتک کی اور کہتے ہیں ان پر بہت سے اعتراض ہیں۔ پچھلے سال میرا لیکچر اسلامیہ کالج میں ہؤا کہ اسلام میں فتنوں کا آغاز کیسے ہؤا۔ اسی مضمون پر علی التواتر دو سال میری وہاں تقریریں ہوئیں۔ پہلے حضرت عثمانؓ کے عہد کے واقعات پر اور دوسرے

سال حضرت علیؓ کے واقعات پر جب پچھلے سال میں تقریر کے لئے کھڑا ہؤا تو ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا کہ اور باتیں تو بعد میں ہونگی میرے ساتھ پہلے اس مسئلہ کا تصفیہ کر لو کہ زمین چلتی ہے یا سورج۔ یہ ایک طے شدہ اور صاف مسئلہ ہے لیکن دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے نزدیک ابھی تک یہ بھی حل شدہ نہیں۔ پس دنیا میں کوئی مسئلہ اور کوئی شخص ایسا نہیں جس پر اعتراض نہ ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب پر فلاں اعتراض پڑتا ہے فلاں اعتراض پڑتا ہے مگر میں ان کو کہتا ہوں کہ وہ دنیا میں ایک تو ایسا شخص پیش کریں جس پر کوئی اعتراض نہ ہو پس محض اعتراضات پر کسی مسئلہ کی تحقیق کی بنیاد رکھنا جہالت ہے۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض نہیں کئے گئے۔ کیا عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض نہیں کرتے۔ کیا یہود کو حضرت مسیحؑ پر اعتراض نہیں تھے اور نہیں ہیں۔ کیا بنی اسرائیل کے اعتراضات داؤدؑ اور سلیمانؑ پر نہیں ہیں۔ پھر کیا ہندوستان کے مقدسوں رامچندر جی اور کرشن جی پر اعتراضوں کی کمی ہے۔ کیا فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰؑ پر اعتراض نہ کئے تھے۔ کیا ایران کے بزرگ زرتشت پر اعتراض نہیں کئے گئے اور کیا کسی قوم میں کوئی شخص ایسا گذرا ہے جس پر کوئی اعتراض نہ ہؤا ہو۔

پس محض اعتراضوں سے کام نہیں چل سکتا۔ اگر اعتراض سے کوئی مسئلہ حل ہو سکے تو ان کو ماننا پڑیگا کہ دنیا میں جس قدر راست بازوں کو مانا جاتا ہے غلطی ہے۔ کیونکہ اعتراض ان پر بھی ہیں اس لئے ان کو بھی چھوڑ دینا چاہئے۔ غرض دنیا میں کوئی مسئلہ نہیں جو ایسے یقینی دلائل سے ثابت ہو کہ اس پر کوئی اعتراض پڑ ہی نہ سکتا ہو۔ زمیندار تک جانتے ہیں کہ سیدھی لکیر ہوتی ہے۔ لیکن یورپ میں ایک گروہ سائنٹسٹوں کا پیدا ہؤا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ جس کو ہم سیدھی لکیر کہتے تھے وہ ہماری غلطی تھی پس دنیا میں کوئی شخص اور کوئی چیز اعتراض سے خالی اور بچی ہوئی نہیں۔ اس لئے محض اعتراضوں پر زور دینا بیہودگی ہے۔

مخالفین صداقت معلوم کرنے کے ذرائع نہیں جانتے

غیر احمدیوں کے جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کنویں کا مینڈک کہا گیا لیکن ان کو خود معلوم نہیں کہ وہ جہاں ہیں دنیا وہاں سے بہت آگے نکلی ہوئی ہے وہ اپنا سرمایۂ علم ان چند فرسودہ کتابوں کو سمجھتے ہیں جن کی سائنس کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ انسان کا دماغ کہاں سے کہاں تک پہنچ چکا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ تمدن اب کہاں تک جا چکا ہے۔ وہ اپنے اسی پرانے رطب و یابس کے ذخیرے پر خوش ہیں اور اسی کی بناء پر دنیا کو کافر و فاسق و فاجر بنا کر خوش

ہو لیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام مٹ رہا ہے۔ لیکن اگر ان کا اسلام نہ مٹے جس کے ایسے تنگ دل محافظ ہوں تو کیا ہو۔ پس وہ اس پر خوش ہیں کہ ہم نے کسی پر اعتراض کر دیا اور سننے والے خوش ہو گئے۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ تحقیق و تنقید کے اب کیسے کیسے ذرائع معلوم ہوئے ہیں جن کے مقابلہ میں یہ لوگ دم نہیں مار سکتے۔ وہ جانتے ہی نہیں کہ واقعات کی رَو کدھر چل رہی ہے اور ان کو معلوم ہی نہیں کہ کسی چیز کی صداقت معلوم کرنے کے کیا ذرائع ہُوا کرتے ہیں۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ اعتراض تو ہر چیز پر ہوتے ہیں۔ مگر موزانہ کیا جاتا ہے کہ اعتراض کثیر ہیں اور معقول ہیں یا نہیں اور اُصول کے مطابق خوبیاں زیادہ ہیں یا نہیں۔ جدھر کثرت ہوتی ہے اس کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ ہنسی کرتے ہیں مگر یہ ان کی جہالت کی بات ہے۔ گورنمنٹ نے زراعت کا محکمہ بنایا ہے اس کی طرف سے بارش کے متعلق اطلاع شائع ہوتی ہے۔ اس میں غلطیاں بھی ہوتی ہیں اس لئے اور تو اور بعض کونسل کے ممبر تک اعتراض کر دیتے ہیں کہ یہ محکمہ اُڑا دیا جائے۔ مگر ان کو معلوم نہیں کہ یورپ امریکہ میں یہ محکمہ بہت مفید کام کر رہا ہے اور ہندوستان میں بھی اس سے بہت فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ پس یہ لوگ محدود علم کے مالک ہیں اس لئے خوش ہوتے ہیں ہنسی اُڑاتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں۔

ہر نبی پر ہنسی اُڑائی گئی

مگر قرآنِ کریم افسوس کے ساتھ اعلان کرتا ہے۔ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (لیٰس: ۳۱) اے افسوس بندوں پر خدا کی طرف سے ایک بھی نبی نہیں آیا جس پر لوگوں نے ہنسی نہ اُڑائی ہو۔ اب یہ لوگ خوش ہوتے ہیں کہ مرزا صاحب پر اعتراض ہو گیا۔ لیکن وہ بتائیں کہ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض نہیں ہوئے۔ حضرت عیسیٰؑ پر سخت سے سخت اعتراض نہیں ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ پر اور دیگر انبیاءؑ پر اعتراض نہیں ہوئے۔ پس جب تک اُصولی طور پر کسی صداقت کا فیصلہ نہ کیا جائے اس کی صداقت کبھی ثابت نہیں ہو سکتی۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت

اصل سوال تو یہ ہے کہ اب کسی موعود کے آنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ دُنیا خراب ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کی حالت سخت درجہ بگڑ چکی ہے یا نہیں۔ اگر دنیا کی حالت بھی خراب ہے اور اگر مسلمانوں کی حالت بھی بگڑی ہوئی ہے تو کیا اب بھی کسی مصلح کی ضرورت نہیں۔ کیا جیل خانوں میں مسلمانوں کی کثرت نہیں۔ کیا لاکھوں نہیں کروڑوں مسلمان شراب سے بدمست نہیں ہوتے۔ کیا بداخلاقی میں تمام اقوام سے مسلمان بڑھتے نہیں جا رہے۔

ایک لطیفہ ہے کہ ایک جگہ کوئی اندھی عورت بیٹھی تھی۔ سردی کا موسم تھا اس پر جو چادر تھی وہ کسی شخص نے اُتار لی۔ عورت نے کہا بچہ حاجی میری چادر دیدے۔ اُس نے چادر تو دیدی مگر پوچھا کہ مائی تُو یہ بتا کہ تجھے یہ معلوم کیسے ہُوا کہ مَیں حاجی ہوں۔ عورت نے کہا کہ مجھے نظر تو آتا نہیں کہ مَیں نے تجھے دیکھ کر کسی علامت سے پہچان لیا ہو ہاں مَیں یہ جانتی ہوں کہ ایسے سختی کے کام تو حاجی ہی کیا کرتے ہیں۔

میں نے خود حج کے ایام میں دیکھا کہ ۹۹ فیصدی حاجی اس قسم کے ہوتے ہیں جو حج کی اصل غرض سے محض ناواقف ہوتے ہیں۔ ایک ہندوستانی کو مَیں نے دیکھا کہ عرفات کو جاتے ہوئے جبکہ لوگ نعرے لگا رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ اس وقت وہ اُردو کے عاشقانہ شعر پڑھ رہا تھا۔

مَیں پوچھتا ہوں کیا مسلمانوں کی یہ حالت کسی مصلح کے آنے کی متقاضی نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا رحیم کریم انسان جو کسی کے کانٹا چُبھنا بھی گوارا نہیں کرتا فرماتا ہے جو لوگ عشاء اور صبح کی نماز کے لئے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں کسی کے سر پر لکڑی اُٹھوا کر لے جاؤں اور ان کے گھروں کو آگ لگا کر ان کو جلا دوں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۵۳۱)

دیکھو اس وقت کے منافقوں کی یہ حالت تھی کہ وہ نماز تو پڑھتے تھے۔ مگر ان میں اتنی سُستی تھی کہ وہ عشاء اور صبح کی نماز کے وقت مسجد میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر اس زمانہ کے مؤمن کہلانے والوں میں کتنے ہیں جو پانچوں نمازوں میں سے ایک بھی مسجد میں نہ سہی گھر پر پڑھتے ہوں۔ پھر کیا یہ لوگ اسلام پر فخر کر سکتے ہیں یا یہ لوگ اسلام کو اپنے افعال سے ذلیل کرتے ہیں اور مؤمن کہلا کر اسلام کے لئے عار ہیں۔ کونسی بدی اور بدکاری ہے اور کونسی بداخلاقی ہے جس میں یہ مبتلاء نہیں۔ رشوتیں یہ لیتے ہیں۔ جھوٹ یہ بولتے ہیں۔ سرحدی مسلمان سرحدی ہندوؤں کو لوٹتے ہیں۔ ایک دوست نے لطیفہ سنایا کہ ایک غیر احمدی شخص ان کو ایک غیر احمدی مولوی کے پاس لے گیا اور کہا مولوی صاحب مجھے ایک ملازمت ملتی ہے جس میں بیس روپیہ تنخواہ ہے مگر میرا خاندان بہت زیادہ ہے اس میں میرا گذارہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں تنخواہ کے علاوہ اُوپر کی آمدنی ۸۰ روپیہ ہے کیا مَیں یہ ملازمت اختیار کر لوں کوئی گناہ تو نہیں اور ساتھ ہی ایک روپیہ نذر کا پیش کیا۔ مولوی صاحب نے روپیہ لیکر جواب دیا کہ کیا حرج ہے کر لو معقول آمد ہے۔ نکاح پر نکاح پڑھنے کا پنجاب میں عام طور پر رواج ہے۔ ایک مولوی سے ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح نے پوچھا کہ تم نے یہ نکاح کیوں پڑھا؟ اس نے کہا کہ مولوی صاحب سُن تو لیجئے مَیں نے کس طرح نکاح پڑھا ہے مجھ پر بڑا ظلم ہُوا حضرت خلیفۃ المسیح الاول

فرماتے تھے کہ مجھے رحم آگیا کہ کسی مجبوری سے ہی اس نے کیا ہوگا۔ پُوچھا کیا ہُوا تھا اُس نے جواب دیا۔ ان لوگوں نے چڑی کے برابر روپیہ میرے سامنے رکھ دیا۔ پھر مَیں نکاح نہ پڑھتا تو کیا کرتا۔ کیا یہی علماء ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نبی کے ورثاء ہیں۔

مصر کے ایک جوئے باز شیخ الاسلام

یہ تو ہمارے ملک کی حالت ہے مصر میں مَیں نے دیکھا کہ پورٹ سعید کے شیخ الاسلام (مفتی) کی ڈاڑھی مُنڈی ہوئی تھی اور علی الاعلان برسر بازار جُوا کھیل رہا تھا۔ عمان کا ایک عالم جو مجھے مل چکا تھا اور مجھ سے واقف ہو گیا تھا کہ مَیں ایک مذہبی آدمی ہوں وہ بھی اس کے ساتھ جوا کھیل رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اُس نے بہت ٹلانا چاہا مگر وہ مفتی صاحب جب نہ ٹلے تو آخر اس نے صاف کہا کہ مَیں اب نہیں کھیلونگا۔ اگر کوئی مخفی غلطی اور کمزوری اور گناہ ہو تو اسے بشری کمزوری پر محمول کریں۔ مگر علی الاعلان اس طرح شریعت کی ہتک کرنی کیا اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ ان کے دلوں میں اسلام کی محبت ہی نہیں رہی۔ کیا دیکھتے نہیں کہ کس طرح علی الاعلان سود لیا جاتا ہے اور علماء دیکھتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے۔

کیا کسی مصلح کی ضرورت نہیں

پس ایسے خطرناک زمانہ میں جبکہ علماء اور عوام غرباء اور امراء سب بگڑے ہوئے ہیں۔ کیا کسی مصلح کی ضرورت نہیں ہمارے لئے اس وقت دو ہی سوال ہیں۔ اوّل یہ کہ کیا اسلام کی موجودہ حالت کسی مصلح کی محتاج ہے یا نہیں۔ دوسرے اگر محتاج ہے تو وہ مصلح کہاں ہے۔ محض اعتراض کر کے بیٹھ رہنے سے آج کام نہیں چل سکتا۔

خدا کی نصرت مسلمان کہلانیوالوں کے ساتھ نہیں

ہم اس زمانہ میں دیکھتے ہیں کہ مسلمان کہلانے والے خدا کے پیارے نہیں رہے کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ (الرعد: ۱۲) کہ خدا تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمتوں کو واپس نہیں لیا کرتا جب تک کہ وہ قوم ناشکری کر کے اس نعمت کو ردّ نہ کرے۔ اب اس وقت کے مسلمانوں کی حالت کو دیکھو کہ کیا وہ خدا کی نعمتیں پا رہے ہیں یا زحمتوں میں مبتلاء ہیں۔ کیا مسلمانوں کو نصرت الٰہی مل رہی ہے یا اُن پر خدا کا غضب ٹوٹ رہا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک وہ وقت تھا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی مردم شماری کا حکم فرمایا تھا اور کُل سات سو مسلمان نکلے تھے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا تھا کہ یا رسول اللہ

کیا آپ کو خیال ہے کہ اب بھی جبکہ ہم سات سو تک پہنچ گئے ہیں دشمن کے حملوں سے ہلاک ہو جائیں گے لیکن آج دیکھ لو کہ سات کروڑ آدمی صرف ہندوستان میں ہے، لیکن ان کے دل اسقدر ہل رہے ہیں جس طرح تیز ہوا سے پتے ہلتے ہیں۔ مگر مسلمان جب سات سو تھے وہ اُٹھے اور بجلی کی طرح کوندے اور تمام دنیا پر غالب ہو گئے۔ جو فوجیں لیکر ان کے مقابلہ میں اُٹھا وہ پاش پاش ہو گیا۔

فرانس کا ایک مصنف لکھتا ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور کچھ کہو۔ مگر اس کی ایک بات ضرور حیرت میں ڈالنے والی ہے۔ ایک کچی مسجد میں چند ننگے بھوکے اس کے ارد گرد بیٹھے ہیں مسجد ایسی ہے کہ اس پر چھت بھی اچھی نہیں۔ بارش ہوتی ہے تو پانی ٹپکتا ہے اور فرش پر پانی جمع ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ مشورے یہ کر رہے ہے کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو فتح کرینگے اور اسی کے مطابق وہ کر کے بھی دکھا دیتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟

تو اگر آج مسلمان خدا کے پیارے ہیں خدا کے محبوب ہیں تو کیوں ذلیل ہیں۔ کیا خدا کے پیارے ذلیل ہؤا کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان میں ان باتوں کا فقدان ہے جو خدا کا پیارا بناتی ہیں اس لئے یہ ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں اور ان کا کوئی معاملہ ٹھیک نہیں۔ ان کے اعمال میں خلوص و درستی نہیں اور خدا تعالیٰ کا جو ان سے معاملہ ہے وہ بتا رہا ہے کہ یہ اب بگڑ چکے ہیں اور وقت ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی مردِ خدا مبعوث ہو۔

اب سوال ہوتا ہے کہ ان کی حالت تو واقعی قابلِ اصلاح ہے وہ آدمی کہاں ہے۔ اگر خدا نے ان کے لئے کوئی چارہ کار تجویز کیا ہے تو کیا؟ اگر باوجود اسلام کی اس گری ہوئی حالت کے خدا نے ان کے لئے کوئی سامان نہیں کیا تو معلوم ہؤا یہ دعویٰ درست نہیں کہ اسلام سچا مذہب ہے اور اگر اسلام سچا ہے تو ضروری ہے کہ اس وقت اسلام کے پیرؤوں کی حالت کو سدھارنے کے لئے اور ان کو اسلام کی حقیقت پر قائم کرنے کے لئے کوئی شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث فرمایا جائے۔

اعتراضات کے جواب

اب میں ان مولویوں کے ان چند اعتراضات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو مجھ تک پہنچے ہیں اور مَیں مختصراً ان کے جواب اس وقت دیتا ہوں۔

نبی کی لاش کا صحیح و سلامت رہنا

پہلا اعتراض جو قادیان میں تو نہیں بیان کیا گیا۔ مگر راستہ بھر میں اس کا تذکرہ ہوتا آتا تھا یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو ان کی قبر (نعوذ باللہ من ذٰلک) کھود کر دکھائی جائے۔ کیونکہ نبی کی علامت یہ ہے کہ اس کی لاش

کو مٹی نہیں کھاتی۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا قرآن کریم میں یہ بات بیان کی گئی ہے؟ اگر نہیں تو پھر قرآن کریم کے سوا ہر ایک خبر محتاج تصدیق کی ہے۔ بڑی سے بڑی حدیث اپنی صداقت کے ثبوت کی محتاج ہے۔ پس چونکہ قبر کا کھودنا ایک ناشائستہ فعل ہے۔ اور اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک اس کی ضرورت یقینی دلائل سے ثابت نہ ہو۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ پہلے اس بیان کی صداقت ثابت کر کے دکھاؤ۔ حدیث صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی۔ کیونکہ حدیثیں لوگوں نے اپنے پاس سے بھی بنالی ہیں پس پہلے خدا کے فعل سے اس حدیث کی صداقت ثابت کرو۔ پھر ہم سے یہ مطالبہ کرو پہلے کم سے کم تین نبیوں کی قبریں کھود کر ہمیں دکھاؤ کہ ان کی لاشیں اب تک صحیح سلامت ہیں۔ پھر اس کے بعد ہم بھی اس معیار پر مرزا صاحب کی صداقت ثابت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے، لیکن جب تک یہ لوگ اس حدیث کی صداقت کو عملی طور پر ثابت کر کے نہیں دکھا سکتے، ہم سے اس قسم کا مطالبہ کرنا بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ نعوذ باللہ مرزا صاحب جھوٹ بولتے تھے۔

لیکن ان بے خبر معترضوں کو معلوم نہیں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا کہہ کر ان کی صداقت ثابت کر رہے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ ہر نبی کو جھوٹا کہا گیا۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا نہیں کہا گیا۔ کیا ان کے متعلق یہ نہیں کہا گیا کہ ان کی فلاں پیشگوئی جھوٹی نکلی اور فلاں پیشگوئی کذب ثابت ہوئی۔ پس جھوٹ سے کونسا نبی بری ہے۔ کیا ابراہیم علیہ السلام پر ان کی کتابوں میں جھوٹ کا الزام نہیں۔ کیا ان کے نزدیک ابراہیم نے تین جھوٹ نہیں بولے۔ حدیثوں اور انکی تفسیروں میں ان کے تین جھوٹ لکھے ہیں کہتے ہیں بیوی کو بہن کہا جھوٹ بولا۔ موٹے تازے تھے کہا بیمار ہوں جھوٹ بولا۔ بتوں کو خود توڑا اور جھوٹ بولکر دوسرے بُت پر الزام لگایا۔ صحیح احادیث میں اشارے ہیں جو کچھ ہے ہم اس کی تاویل کرتے ہیں اور باقی تفسیروں کے بیان کو رد کرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ کیا جواب دے سکتے ہیں کیونکہ ان کتب میں جن کو یہ وحی من السماء کی طرح مانتے ہیں حضرت ابراہیم کے جھوٹ لکھے گئے ہیں۔ پس جب ایک شخص ان کے نزدیک تین جھوٹ بول کر نبی ہو سکتا ہے اور بہت بڑا نبی ہو سکتا ہے تو حضرت مرزا صاحب نے بھی اگر بفرض محال جھوٹ بولا تو اس سے وہ جھوٹے کیسے ثابت ہو سکتے ہیں۔ بلکہ وہ تو ابراہیم کے مثیل ثابت ہونگے جیسا کہ ان کا دعویٰ بھی ہے۔ پس حضرت مرزا صاحب پر جھوٹ کا الزام لگانے والے ابراہیم اور دیگر نبیوں کی نبوت کو پہلے رد کریں۔ ان پر جو الزام ان کی تفسیروں میں موجود ہیں انکو دُور کرنے کے لئے اپنی تفسیریں پھاڑ دیں پھر حضرت مرزا صاحب پر یہ اعتراض کریں۔ جب تک یہ تفسیریں اور

ان کے یہ اعتقاد موجود ہیں ان کو ہرگز یہ حق نہیں کہ حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کریں۔ ورنہ وہ جھوٹ کے الزام کے باوجود ان کے اپنے اعتقاد و مسلمات کی رُو سے نبی ہیں اور ان پر یہ کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔

غلطی اور جھوٹ میں فرق

دراصل یہ چھچھوری بات ہے۔ غلطی اور جھوٹ میں بہت فرق ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو اصل بات یاد ہوتی ہے لیکن لکھتے یا بولتے وقت حوالہ دینے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ فرض کرلو کہ اگر کوئی قرآن کریم کی ایک آیت پڑھے وہ سورۃ نساء کی ہو اور اس کی زبان سے نکل جائے یا لکھا بھی جائے کہ آل عمران میں یہ آیت ہے تو کیا اس کو کوئی عقلمند جھوٹ کہے گا۔ جھوٹ تو تب ہوتا کہ اس آیت کا قرآن کریم میں وجود ہی نہ ہوتا۔ اسی طرح حدیث کے حوالے میں اگر حضرت مسیح موعودؑ نے مسلم کی بجائے بخاری یا کسی اور کتاب کا نام لکھ دیا۔ تو اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ایسی غلطی عموماً ہو جاتی ہے اور بہت دفعہ ایک حدیث کے بہت سے اجزاء ہوتے ہیں جو متفرق مقامات اور متفرق کتب میں ملتے ہیں یا ان کی شرحوں میں کوئی بات آگئی ہوتی ہے۔ لکھنے میں اصل کتاب کا یا ایک کتاب کا نام لے دیا جاتا ہے بخاری کے متعدد ابواب اس قسم کے ہیں کہ ان کے نیچے جو حدیثیں درج ہیں ان کا عنوان سے کچھ تعلق نہیں۔ شارحین اس کی تاویلیں کرتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ امام بخاری باب کی عبارت اس حدیث کے ایسے ٹکڑوں کی بناء پر لکھ دیتے ہیں جو اس جگہ انھوں نے درج نہیں کئے ہوتے۔ اسی طرح اگر حضرت مرزا صاحب سے کسی صحیح حدیث کو لکھ کر اصل کتاب کی بجائے کسی دوسری کتاب کا نام لکھا گیا تو ان پر جھوٹ کا الزام بددیانتی اور بیہودگی ہے۔ چلو ہم اس کو سنّت بخاری کہدینگے پھر وہ کیا اعتراض کریں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ پر نبیوں کی ہتک کا جھوٹا الزام

پھر کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے نبیوں کی ہتک کی اور حضرت عیسٰیؑ کو گالیاں دیں۔ لیکن اس سے زیادہ ان کی کیا کم فہمی ہو سکتی ہے کہ حضرت اقدسؑ پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کو گالیاں دینے کا الزام لگایا جائے۔ کیا دُنیا میں کوئی شخص جس کا مثیل ہونے کا دعویٰ کرے اور اپنے متعلق یہ کہے کہ میں اس جیسا ہوں اس کو گالیاں دے سکتا اور اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔ کیا ان بے خبروں اور معترضوں کو علم نہیں کہ جب عیسائیوں کی زبان اور قلم سے ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں گند و خرافات بکا جانے لگا اور انھوں نے گندی سے گندی اور ناپاک سے ناپاک گالیاں دینا اپنا شیوہ بنالیا اس وقت حضرت مسیح موعود نے ان کو یہ محسوس کرانے

کے لئے کہ یہ طریق غلط ہے، انجیل کے پیش کردہ یسوع کو اور اس کی انجیلی حیثیت کو سامنے رکھ کر سختی سے جواب دیا۔ اس طریق نے عیسائیوں کے قلموں کو توڑ دیا اور ان کی زبان کو بند کر دیا۔ کیا حضرت مرزا صاحب نے یہ طریق اختیار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خدمت نہیں کی اور آپ کو دشمنوں کی بدزبانیوں سے نہیں بچایا۔ پھر حیرت ہے کہ ان کو کیوں غصہ آتا ہے کہ عیسٰی کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ جائیں یہ عیسائی ہو جائیں۔ ہم محمدی ہیں ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت ہے۔ اگر آپ پر اب بھی کوئی اس طریق سے حملہ کریگا تو ہم پھر وہی طریق اختیار کرینگے۔ ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کسی انسان سے محبت نہیں ہوسکتی۔ حضرت مرزا صاحب نے جو طریق اختیار کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں نے اپنا طریق عمل بدل دیا اور گورنمنٹ کو بھی ایک قانون بنانا پڑا۔ پس یہ کیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرنے والے لوگ ہیں کہ جس طریق سے آپ کی عزت کو بچانے کی کوشش کی جاتی ہے یہ اسی کو بُرا کہتے ہیں اور اس کو گالیاں قرار دیتے ہیں۔

حضرت صاحب پر دعویٰ الوہیت کا الزام

پھر اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور ثبوت یہ کہ انہوں نے کہا کہ مَیں نے آسمان بنایا اور زمین بنائی۔ لیکن ان مولویت کے مدعیوں کو معلوم نہیں کہ یہ خواب اور کشف کی بات ہے اور خواب اور کشف معنے رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا ایک کشف بیان کیا ہے اور اس کشف میں انسان کا اپنا کچھ دخل نہیں ہوتا لیکن اگر کشف اور خواب پر اعتراض ہوسکتا ہے تو احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کشف دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں دو کڑے ہیں۔★ کیا کوئی ان مولویوں جیسا بے خبر اعتراض کرسکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ من ذالک عورتوں کی طرح زیور پہنا کرتے تھے۔ پھر یہ مولوی صاحب جنھوں نے یہ اعتراض پیش کیا ہے غالباً انہی کے پیر مولوی محمد علی مونگھیری نے اپنی ایک خواب بیان کی ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ وہ اپنی ماں سے جماع کر رہے ہیں۔ کیا یہ ایک گندا خواب نہیں۔ پھر شیشہ کے مکان میں رہنے والے ہم پر کیوں پتھر پھینکتے ہیں۔ آسمان وزمین کا بنانا خواب میں دیکھنا تو بُرا نہیں۔ مگر ماں سے جماع کرنا کہاں کی خوبی ہے۔ پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے پیر مولوی فضل الرحمان صاحب سے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ آپ کو بڑا درجہ ملے گا۔ اس پر ہمارے ایک دوست نے لکھا تھا کہ ان پیر صاحب کے مُرید اس بڑے درجہ کے حصول کے لئے آنکھیں بند کر کے ماں کے ساتھ جماع کرنے کا تصور کر کے بیٹھ جاتے ہونگے اور اس طرح روحانی منازل طے کرتے ہونگے۔ یہ ان مولویوں کی تہذیب ہے اور یہ ان کی واقفیت ہے اور

★ بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام

اور اسی پر یہ خوش ہیں۔ یہ دوسرے کو شرک کا الزام دیتے ہیں اور خود خدا بننا چاہتے ہیں۔ کیونکہ عالمِ رؤیا پر حکومت کرنی چاہتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

علمِ تعبیر والوں نے لکھا ہے کہ جو خواب میں دیکھے کہ پاخانہ جمع کرتا ہے وہ مال جمع کریگا۔ کیا یہ علم کے وارث مولوی جس کی اس قسم کی خواب سُنیں گے اس پر یہ الزام لگائیں گے کہ وہ نہایت گندہ اور غلیظ ہے۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ اس خواب کے مطابق آئے ہوئے مال سے ایسا شخص ان مولویوں کی دعوت کرے تو یہ اس کا کھانا کھانے سے انکار کریں۔

محمدی بیگم والی پیشگوئی

ایک اعتراض محمدی بیگم کے متعلق ہے لیکن یہ خدا کی حکمت ہے کہ اس نے آج اس مکان کو جس میں تقریر ہو رہی ہے اس پیشگوئی کے حل کرنے کے لئے چنا ہے۔ کیونکہ اس مکان کا اس پیشگوئی سے خاص تعلق ہے اور کیا یہ ایک عظیم الشان نشان نہیں کہ اس مکان میں جس کے ساکنوں کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی اس پیشگوئی پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں ان کا جواب دیا جا رہا ہے۔

اس پیشگوئی میں انذار تھا اور وحی کے صاف الفاظ یہ ہیں۔ تُوْبِیْ تُوْبِیْ فَاِنَّ الْبَلَآءَ عَلٰی عَقِبِکِ*۔ اے عورت توبہ کر توبہ کر کہ عذاب تیرے پیچھے ہے۔ احمد بیگ حضرت مسیح موعودؑ کا دُور کا رشتہ دار تھا اور حضرت اقدسؑ کے تمام خاندان میں مشرکانہ خیالات پھیلے ہوئے تھے۔ ہمارے خاندان میں پہلے پنڈت پروہت بھی اسی طرح ہوتے تھے جس طرح مولوی اور ہمارے خاندان کی ریاست ان پروہتوں کی بیوفائی ہی سے گئی تھی۔ حضرت صاحب کے دادا جب بچے تھے اس وقت کوئی سکھ ملنے کو آیا اور اس نے کہا۔ واہگوروجی کا خالصہ۔ واہگوروجی کی فتح۔ اسی طرح انہوں نے بھی یہی لفظ دہرا دیئے ان کے والد اندر چلے گئے اور کہا۔ اب یہ ریاست سلامت نہیں رہے گی۔ چنانچہ ان کی حکومت کے دوران میں اسلام کی جگہ مشرکانہ خیالات اور ہندووانہ رسومات آگئی تھیں اور اس وقت سے برابر یہ مرض خاندان کے اکثر لوگوں میں چلا آرہا تھا۔

ان حالات کو دیکھ کر حضرت اقدس کے دل میں یہ خیال پیدا ہُوا کہ مرزا احمد بیگ کی بڑی لڑکی کے رشتہ کے لئے آپ کوشش کریں۔ تا شاید اس قسم کے رشتہ کے سبب سے ان لوگوں کی اصلاح میں زیادہ مدد ملے۔ اور ان لوگوں کی اصلاح کی کوئی صورت ہو جائے۔ جب تحریک کی گئی تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ رشتہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تو آپ کی رشتہ میں بھن لگتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شادی آپ کی پھوپھی زاد بہن سے ہوئی تھی یہ جائز ہے۔ ایک عورت نے کہا کہ

* تذکرہ صفحہ ۱۶۱ حاشیہ ایڈیشن چہارم

انھوں نے بھی اپنی بہن ہی سے نکاح کیا (نعوذ باللہ من ذٰلک) چونکہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی تھی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت رنج ہُوا اور آپ نے اس امر میں خدا تعالیٰ کی طرف توجہ فرمائی۔ اور الہام ہُوا کہ اس گستاخی کی سزا میں اب ان کے لئے یہ بات مقرر کی جاتی ہے کہ یہ اس لڑکی کا رشتہ آپ سے کریں اور اگر نہ کرینگے تو پھر اس طرح کا عذاب نازل ہوگا اور اسی وقت یہ الہام بھی ہُوا۔ تُوْبِیْ تُوْبِیْ فَاِنَّ الْبَلَآءَ عَلٰی عَقِبِكِ اے عورت توبہ کر توبہ کر کیونکہ بلا تیرے پیچھے آرہی ہے۔

یہ پیشگوئی رسول کریمؐ کی عظمت کے اظہار کے لئے کی گئی۔ مگر مولوی خوش نہیں کہ آپ کی عظمت ظاہر ہو۔ یہ تب خوش ہوتے ہیں اور ان کے سینوں میں تب ٹھنڈک پڑتی ہے جب رسول کریمؐ ہی کی ہتک ہو۔ غرض جب یہ معاملہ ہُوا اس وقت حضرت نے پیشگوئی شائع فرمائی کہ اگر یہ نکاح مجھ سے نہ ہُوا تو اس لڑکی کا والد تین سال میں اور جس سے نکاح ہوگا ڈھائی سال میں فوت ہونگے۔ چنانچہ نکاح کے چند ماہ بعد احمد بیگ مرگیا اور اس کے مرنے سے تمام خاندان میں کُہرام پڑ گیا اور مرزا سلطان محمد پر بھی خوف طاری ہوگیا اور اس نے آپ کی ہتک میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اب جب اس پر خوف طاری ہُوا اور اس نے اس طریقِ ہتک سے بالکل علیحدگی رکھی جس میں دوسرے لوگ خاندان کے حصہ لے رہے تھے بلکہ یہ لکھا کہ مَیں مرزا صاحب کو نیک اور خادمِ اسلام سمجھتا ہوں تو پھر خدا اس کو کیوں سزا دیتا۔ پیشگوئی کی غرض ان میں خدا کا خوف پیدا کرنا اور ان خیالاتِ ہندوانہ سے توبہ کرانا تھی جن میں وہ مبتلا تھے اور یہ بات پیشگوئی کے بعد حاصل ہوگئی۔ لڑکی کا باپ جس نے مخالفت سے توبہ نہ کی ہلاک ہوگیا۔ لڑکی کا خاوند خائف ہُوا اور حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق اظہار حسن ظنی کرتا رہا۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جن لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اس قسم کے رشتوں کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا انھوں نے اپنے خیالات کو ایسا چھوڑا کہ اپنی ایک لڑکی حضرت مسیح موعودؑ کے ایک بیٹے کو (جو ان سے وہی رشتہ رکھتی تھیں جو محمدی بیگم حضرت مسیح موعودؑ سے) بیاہ دی۔

جب حالات ایسے بدل گئے اور جب وہ لوگ جو مخالفت کر رہے تھے ڈر گئے تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ ان کو عذاب ملتا اور اس کو کوئی جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔ اگر باوجود اصلاح کرنے کے سزا ملے تو یہ اندھی نگری چوپٹ راجہ والا معاملہ ہوگا۔ جن لوگوں نے ان میں سے سرکشی کی وہ سب ہلاکت اور عذاب میں گرفتار ہوئے۔ اس پیشگوئی کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ مَیں اس گھر کو (جس میں آج تقریر ہو رہی ہے) بیواؤں سے بھر دونگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ اگر وہ لوگ زندہ ہوتے تو ہمیں یہاں لیکچر کا موقع کیسے ملتا۔

پھر پیشگوئی تھی کہ ہم اس گھر میں کچھ حُسینی سنت سے داخل ہونگے۔ کچھ حَسنی سے اور حُسینی سنت تو لڑائی تھی۔ چنانچہ خدا کی تلوار نے اس خاندان کے سرکشوں کو ختم کیا اور حسنی سنت صلح تھی کہ ایک بچہ جو بچا وہ احمدی ہو گیا۔

پس خدا رحمٰن و رحیم ہے۔ وہ توبہ و انابت کرنے والے پر رحم فرماتا ہے۔ مرزا سلطان محمد صاحب نے رجوع کیا اور ان سے عذاب ٹل گیا۔ اگرچہ لوگوں نے ان کو بہت جوش دلایا مگر انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی ہتک نہیں کی اور یہ بھی کیا کم ہے کہ ہمیشہ ان کا ذکر آتا ہے مگر وہ خاموش رہتے ہیں۔ لیکن میں اعلان کرتا ہوں کہ لوگ مرزا سلطان محمد صاحب کو شوخی پر آمادہ کریں۔ حضرت صاحب کا اعلان موجود ہے کہ اگر وہ شوخی کریگا تو پھر وہ بچ نہیں سکتا۔ وہ اس کا تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ اگر اسی طرح نہ ہو جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے تو پھر بیشک جو چاہیں ہم پر الزام دیں۔

حضرت صاحب کی عمر کے متعلق اعتراض

پھر ایک اعتراض حضرت صاحب کی عمر کے متعلق بھی کیا گیا ہے اس کا جواب ایک اشتہار کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ عجیب بات ہے کہ مولوی ثناء اللہ آپکی زندگی میں تو لکھتے رہے کہ آپ کی عمر اسّی سال کے قریب ہے اور آپ کی اس پیشگوئی کے متعلق کہ آپ کی عمر اسّی سال کی یا چند سال کم یا چند سال زیادہ ہوگی لکھتے رہے کہ آپ ان تمام منزلوں کو طے کر چکے ہیں۔ مگر جب آپ ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے تو آپ کی عمر مولوی ثناء اللہ کے نزدیک ستّر سال سے بھی کم ہو گئی۔ کیا یہ مولوی ثناء اللہ کی چالاکی نہیں۔ جب خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی عمر چوہتر سال کے قریب تھی۔ اور جبکہ دوسرے لوگ جو آپ کے واقف تھے انکی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی عمر اسی مدت کے قریب تھی اور جبکہ آپ کے ایسے دشمنوں کی شہادت سے جو بچپن سے آپ سے واقف تھے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی عمر اسّی کے قریب تھی اور جبکہ خود مولوی ثناء اللہ صاحب کی اپنی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے علم میں بھی حضرت مسیح موعود کی عمر اسی مدت کے قریب تھی بعض ایسے حوالوں کی بناء پر جو اس قدر شہادتوں کے خلاف نظر آتے ہوں اس پیشگوئی پر اعتراض کرنا شرارت نہیں تو اور کیا ہے۔ پُرانے زمانہ میں پیدائش کے رجسٹر نہ تھے۔ نہ اس طرح حساب رکھے جاتے تھے۔ پس بعض اوقات اگر حضرت مسیح موعودؑ کی عمر کے متعلق سرسری طور پر کوئی ایسی میعاد بھی بتا دی گئی ہے جس سے کچھ کم عمر ثابت ہو تو اسکو حجت نہیں پکڑا جا سکتا۔

طاعون کی پیشگوئی

پھر اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی کہ قادیان میں طاعون نہیں پڑیگی - یہ سراسر جھوٹ ہے۔ حضرت صاحب نے کبھی اور کہیں یہ پیشگوئی نہیں کی کہ قادیان میں طاعون نہیں پڑیگی - وہ اس کا ثبوت دیں اور وہ الہام پیش کریں ہاں حضرت صاحب نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ میرے گھر میں طاعون نہیں آئیگی اور میرے گھر میں کوئی طاعون کا کیس نہیں ہوگا۔ درآنحالیکہ آپ کے گھر میں سو کے قریب مرد و زن رہتے تھے۔ مگر ایک دفعہ بھی آج تک اس گھر میں طاعون کا کیس نہیں ہؤا حتیٰ کہ چوہا بھی نہیں مرا اور آپ کے مکان کے گرد اس طرح طاعون پھیلتی رہی ہے جس طرح جنگل میں آگ اور اس گھر میں جس میں مَیں اس وقت تقریر کر رہا ہوں طاعون پڑی اور اس سے موتیں ہوئیں مگر آپ کا گھر جو اس سے دیوار بدیوار ملحق ہے ہر طرح محفوظ رہا اور محفوظ ہے۔

مدعی کی پرکھ کیلئے تین باتیں درکار ہیں

پس یہ اعتراض لغو ہیں اور ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہاں اُصولاً طے ہونا چاہئے کہ کسی مدعی کی صداقت کے معلوم کرنے کے لئے قرآن کریم کیا معیار پیش کرتا ہے اور وہ کونسی باتیں ہیں جو سچے مدعی میں پائی جانی چاہئیں۔ مَیں اس جگہ تین موٹی موٹی باتیں جو قرآن کریم نے اُصول کے طور پر ہر ایک مدعی کے صدق یا کذب کے معلوم کرنے کے متعلق پیش کی ہیں بیان کرتا ہوں :۔

(۱) ماضی کے متعلق (۲) حال کے متعلق (۳) مستقبل کے متعلق۔ جس میں یہ تین باتیں اچھی ہونگی وہ صادق اور راست باز ہوگا۔

مدعی کا ماضی

اول ماضی کے متعلق قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس : ۱۷) فرمایا کہ تم ایک مُدعی کے دعویٰ سے پہلے کی زندگی کی طرف دیکھو۔ فرمایا کہ محمدؐ رسول اللہ نے تم میں چالیس سال تک زندگی بسر کی کیا اس چالیس سال کے لمبے زمانہ میں جس میں جوانی کی اُمنگوں کا زمانہ بھی شامل ہے کوئی اس کی زندگی پر اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ پس جب جوانی اور جوشوں اور اُمنگوں کے زمانہ میں اس نے انسانوں پر جھوٹ نہیں بولا تو کیا بڑھاپے میں وہ خدا پر جھوٹ بولے گا بلکہ اب تک تم اس کو "اَلْاَمِیْنُ" کے لقب سے ہی یاد کرتے رہے۔ پس اب جبکہ کل تک تم اس کو صادق اور راست باز بتاتے تھے یہ کیا ہوگیا کہ یہ صبح کو بگڑ گیا اور راتوں رات اس کی قلب ماہیت ہوگئی۔ ہر ایک بدی بتدریج پیدا ہوتی ہے یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک شخص رات کے وقت صادق سوئے اور صبح کو بدترین جھوٹ کا مرتکب ہو کر پہلے تو انسانوں پر بھی

جھوٹ نہ بولتا تھا اور اب خدا پر جھوٹ بولنے لگا۔

مسیح موعودؑ کا ماضی

اس کے مطابق ہم حضرت مرزا صاحب کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو آپ نے یہاں کے ہندوؤں سکھوں اور مسلمانوں کو بار بار باعلان فرمایا کہ کیا تم میری پہلی زندگی پر کوئی اعتراض کر سکتے ہو مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی بلکہ آپ کی پاکیزگی کا اقرار کرنا پڑا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی جو بعد میں سخت ترین مخالف ہو گیا اس نے اپنے رسالہ میں آپ کی زندگی کی پاکیزگی اور بے عیب ہونے کی گواہی دی★ اور مسٹر ظفر علیخان کے والد نے اپنے اخبار میں آپ کی ابتدائی زندگی کے متعلق گواہی دی کہ بہت پاکباز تھے۔ پس جو شخص چالیس سال تک بے عیب رہا اور اس کی زندگی پاکباز رہی وہ کس طرح راتوں رات کچھ کا کچھ ہو گیا اور بگڑ گیا۔ علماءِ نفس نے مانا ہے کہ ہر عیب اور اخلاقی نقص آہستہ آہستہ پیدا ہؤا کرتا ہے۔ ایک دم کوئی تغیرِ اخلاقی نہیں ہوتا ہے۔ پس دیکھو کہ آپ کا ماضی کیسا بے عیب اور بے نقص اور روشن ہے۔

مدعی کا حال

دوسری بات کسی مدعی کا حال دیکھنا ہوتا ہے اس کے لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (المؤمن : ۵۲) فرمایا کہ ہم اپنے رسول اور اس پر ایمان لانے والوں کی نُصرت فرماتے ہیں اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ پس جو خدا کا رسول ہو اس کے ساتھ خدا کی نصرت ہوتی ہے۔ اگر نصرت نہیں تو وہ خدا کا مُرسل اور رسول نہیں۔ لوگ قریب ہوتا ہے کہ اس کو ہلاک کر دیں مگر خدا کی نصرت آتی ہے اور اس کو کامیاب کرتی ہے اور اس کے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا حال

یہی معاملہ حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں ہؤا۔ آپ کو طرح طرح سے مارنے کی کوشش کی گئی۔ لوگ مارنے پر متعین ہوئے جن کا علم ہو گیا اور وہ اپنے ارادے میں ناکام ہوئے۔ مقدمے آپ پر جھوٹے اقدام قتل کے بنائے گئے۔ چنانچہ ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا بنایا اور ایک شخص نے کہہ بھی دیا کہ مجھے حضرت مرزا صاحب نے متعین کیا تھا۔ مجسٹریٹ وہ جو اس دعویٰ کے ساتھ آیا تھا کہ اس مدعی مہدویت و مسیحیت کو اب تک کسی نے پکڑا کیوں نہیں مَیں پکڑونگا۔ مگر جب مقدمہ ہوتا ہے وہی مجسٹریٹ کہتا

★ اشاعۃ السنۃ جلد ۷ نمبر ۶ صفحہ ۱۶۹

ہے کہ میرے نزدیک یہ جھوٹا مقدمہ ہے۔ بار بار اُس نے یہی کہا اور آخر اس شخص کو عیسائیوں سے علیحدہ کر کے پولیس افسر کے ماتحت رکھا گیا اور وہ شخص رو پڑا اور اس نے بتا دیا کہ مجھے عیسائیوں نے سکھایا تھا اور خدا نے اس جھوٹے الزام کا قلع قمع کر دیا۔ اسی طرح ہماری جماعت کے پُر جوش مبلغ مولوی عمرالدین صاحب شملوی اپنا واقعہ سُنایا کرتے ہیں کہ وہ بھی اسی معیار پر پرکھ کر احمدی ہوئے ہیں۔ وہ سُناتے ہیں کہ شملہ میں مولوی محمد حسین اور مولوی عبدالرحمٰن سیاح اور چند اور آدمی مشورہ کر رہے تھے کہ اب مرزا صاحب کے مقابلہ میں کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب اعلان کر چکے ہیں کہ میں اب مباحثہ نہیں کرونگا ہم اشتہار مباحثہ دیتے ہیں اگر وہ مقابلہ پر کھڑے ہو جائیں گے تو ہم کہیں گے کہ انھوں نے جھوٹ بولا کہ پہلے تو اشتہار دیا تھا کہ ہم مباحثہ کسی سے نہ کرینگے اور اب مباحثہ کے لئے تیار ہو گئے اور اگر مباحثہ پر آمادہ نہ ہوئے تو ہم شور مچا دینگے کہ دیکھو مرزا صاحب ہار گئے۔ اس پر مولوی عمرالدین صاحب نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے مَیں جاتا ہوں اور جا کر ان کو قتل کر دیتا ہوں۔ مولوی محمد حسین نے کہا کہ لڑکے تجھے کیا معلوم یہ سب کچھ کیا جا چکا ہے۔ مولوی عمرالدین صاحب کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ جس کی خدا اتنی حفاظت کر رہا ہے وہ خدا ہی کی طرف سے ہو گا۔ انھوں نے جب بیعت کر لی تو واپس جاتے ہوئے مولوی محمد حسین صاحب بٹالہ کے سٹیشن پر ملے اور کہا تو کدھر؟ انہوں نے کہا کہ قادیان بیعت کر کے آیا ہوں۔ کہا تو بہت شریر ہے تیرے باپ کو لکھوں گا۔ انھوں نے کہا کہ مولوی صاحب یہ تو آپ ہی کے ذریعہ ہُوا ہے جو کچھ ہُوا ہے۔

پس مخالف اس کو مارنا چاہتے ہیں وہ بچایا جاتا ہے۔ خدا اس کی اپنے تازہ علم سے نصرت کرتا اور ہر میدان میں اس کو عزت دیتا ہے۔

جھوٹے مدعی کو لمبی مدت نہیں ملتی

حال کے متعلق ایک اور بات بھی ہے کہ خدا کبھی کسی جھوٹے مدعی کو تئیس سال کی عمر نہیں دیتا۔ جیسا کہ فرمایا

لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (الحاقہ: ۴۵تا۴۷)

جھوٹے مدعی کو تباہ کر دیا جاتا ہے اور ہلاک کر دیا جاتا ہے اور کبھی اس کو لمبی مہلت نہیں ملتی۔ پس ہمارے مخالف کسی جھوٹے مدعی کو ۲۳ سال دعویٰ کے بعد زندہ رہتا ہُوا دکھائیں۔ وہ نہیں دکھا سکتے۔ ان کو مدعی کی اپنی تحریر دکھانی ہو گی یہ نہیں کہ مخالف کی بات دکھائیں کیونکہ مخالف کیا کچھ نہیں کیا کرتے۔ مثلاً حضرت صاحب ہی کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا نعوذ باللہ۔ پس

ضروری ہے کہ مدعی کا اپنا بیان دکھائیں۔

مدعی کا استقبال تیسری بات مدعی کے استقبال کے متعلق ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ۔ (المجادلۃ: ۲۲) یہ بات اللہ تعالیٰ نے لکھ لی ہے فرض کر دی ہے کہ خدا اور اس کے رسول ہی غالب ہونگے اور خدا اور خدا کے رسول ہی فاتح ہونگے یہ اب تک ہوا اور آئندہ ہوگا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا استقبال ہم حضرت مرزا صاحب کے آئندہ زمانہ کے متعلق آپ کے حال سے قیاس کرتے ہیں۔ آپ کمزور تھے اور آپ اکیلے تھے مگر تمام دُنیا آپ کی دشمن تھی۔ عیسائیوں کو آپ سے بغض، ہندوؤں کو آپ سے عناد اور سکھوں کو اگرچہ نہیں ہونا چاہیئے تھا مگر ان کو بھی آپ سے غصہ تھا اس لئے کہ آپ نے ست بچن میں بابا نانک صاحب کی تعریف اور خوبی بیان کرتے ہوئے ان کے مسلمان ہونے کا ذکر کیا تھا اور مسلمان جن کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰؑ کے لئے عیسائیوں سے زیادہ جوش اور محبت ہے وہ بھی آپ کی جان کے دشمن ہو گئے تھے۔

پھر گورنمنٹ بوجہ مہدویت اور مسیحیت کے دعویٰ کے آپ سے بدظن تھی۔ خفیہ پولیس کے آدمی باقاعدہ یہاں سے ڈائری بھیجتے رہے اور غالباً اب بھی ہونگے اور ایک پولیس مین تو یہاں رہتا ہے۔ ہمارے مہمانوں کی فہرست اب تک گورنمنٹ کے ہاں جاتی ہے لیکن ان تمام موانع اور دشمنیوں کے باوجود آپ کے سلسلہ کو ترقی ہوئی۔ آپ ایک تھے مگر آپ کے ماننے والے لاکھوں ہو گئے۔ کیا حضرت مرزا صاحب کی فتح کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ مخالفوں کی موجودگی میں آپ نے اعلان کیا کہ جو نیک اور متقی ہونگے وہ سب میرے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کو اپنے ساتھ ملا لونگا اور آپ نے ایسا کر کے دکھا دیا۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارے بیٹے کنجر خانے میں جائیں عیسائی ہو جائیں مگر احمدی نہ ہوں۔ لیکن پھر بھی لوگ احمدی ہو رہے ہیں اور بکثرت ہو رہے ہیں۔ کیا یہ آپؑ کی فتح نہیں۔

قادیان کی ترقی کے متعلق پیشگوئی فرمائی کہ بیاس تک ہوگی چند سال میں ایک میل تک قادیان پھیل گیا ہے اور اس سے ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ عنقریب بیاس تک اس کی آبادی پہنچ جائے گی فرمایا تھا کہ يَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ٭۔ لوگ قادیان میں دُور دُور سے آئیں گے اور راستے گھس جائینگے اور ایسا ہی ہُوا۔ خود ان مولویوں کا آنا بھی ایک نشان ہے۔ مولوی آئے اور راستہ کی خرابی کی شکایت

٭ تذکرہ صفحہ ۲۹۷ ایڈیشن چہارم

کی مگر یہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت ہے کہ وہ لوگ یہاں آئے اور خدا کی پیشگوئی پوری ہوئی۔

آئندہ کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں

حضرت صاحب نے آئندہ کے لئے پیشگوئی فرمائی ہے کہ آئندہ آپ ہی کا سلسلہ رہ جائیگا اور باقی فرقے بالکل کم تعداد اور کم حیثیت رہ جائیں گے اور ہم اس کے آثار دیکھ رہے ہیں اور اس کا کچھ اور حصہ ہم اپنی زندگی میں دیکھیں گے۔ ان کو اپنی کثرت پر گھمنڈ ہے لیکن یہ یاد رکھیں کہ ان کی کثرت کو قلت سے بدل دیا جائیگا اور ان کی کثرت چھین کر خدا کے پیارے کو دی جائے گی اور وہ قلت جو آج ہمارے لئے قابل ذلت خیال کی جاتی ہے کل ان کو ذلیل کریگی۔ ہم تھوڑے ہیں لیکن وہ یاد رکھیں زمانہ ختم نہیں ہوگا اور قیامت نہیں آئیگی جب تک حضرت مرزا صاحب کے ماننے والے ساری دنیا پر نہ پھیل جائیں۔ یورپ میں احمدیت ہوگی، امریکہ میں احمدیت ہوگی، چین و جاپان، عرب و ایران و شام غرض ساری دُنیا میں احمدیت ہی احمدیت ہوگی۔ ان سب ممالک کو خدا کا کلام سنایا جائیگا اور ایک دن وہ ہوگا کہ خدا کا سُورج احمدیوں ہی احمدیوں پر چڑھے گا۔ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیاں ہیں جو پوری ہونگی۔ یہ تو عام پیشگوئی ہے لیکن ایک ملک کے متعلق ایک خاص پیشگوئی بھی ہے جو میں سُناتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ زارِ روس کا عصا مجھے دیا گیا اور امیر بخارا کی کمان آپ کو ملی۔ (مفہوماً تذکرہ صفحہ ۴۵۸ ایڈیشن چہارم)

پس ہم اُمید کرتے ہیں کہ روس کی حکومت عنقریب احمدی ہوگی۔ زار کی سلطنت مٹ چکی ہے عصاءِ زار روس سے چھینا جا چکا ہے اور آدھا حصہ پیشگوئی کا پورا ہو چکا ہے مگر اب دوسرا حصہ بھی انشاء اللہ پورا ہوگا اور دُنیا اپنی آنکھوں سے خدا کے مقدس کی صداقت کو دیکھ لے گی۔

کیا یہ شاندار استقبال نہیں کہ جماعت ایک سے کئی لاکھ ہوگئی اور ایک نکلتا ہے تو اس کی جگہ بیسیوں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا ان اُصول کے مطابق آپ کی صداقت میں شک کیا جا سکتا ہے۔ تینوں کے تینوں زمانے آپ کی صداقت کی گواہی دے رہے ہیں۔

غرض ثبوتوں اور اُصولوں کو دیکھنا چاہئے۔ محض اعتراض پر پڑے رہنا کوئی بات نہیں۔ یہ ایک لغو بات ہے۔ قرآن جو اُصول بتاتا ہے اس کے رُو سے آپکی صداقت ظاہر و باہر ہے۔ اعتراض ہوتے ہیں ان کے لئے اُصول بھی ہوتے ہیں۔ جب تک کسی اُصول کے ماتحت گفتگو نہ ہو دُنیا میں کوئی مسئلہ نہیں حل ہو سکتا۔

جماعت کو نصیحت

اب میں اپنی جماعت کو بھی ایک نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ

تمہارے دشمن تمہیں پامال کرنے پر تُلے ہوئے ہیں لیکن اگر تم ایمان سے معمور سینہ رکھتے ہو وہ تمہیں پامال نہیں کر سکتے آپ اپنے اقوال افعال، عقائد اخلاق اور معاملات کو دُرست کریں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم بقدم چلو، کمزوریاں اور سُستیاں چھوڑ دو، تمہیں بہت بڑا کام درپیش ہے، بڑی مہم ہے جو تمہیں سر کرنی ہے، تم نے احمدیت کو پھیلانا ہے یہ نہیں ہوسکتا جب تک تم بداخلاقی کو نہ چھوڑو، بد معاملگی کو نہ چھوڑو اور نمازوں اور دیگر دین کے احکام میں پوری پابندی نہ اختیار کرو کوشش کرو کوشش کرو کہ فتح پاؤ۔ تمہیں سچی فتح ہوگی اور دشمن کی جھوٹی فتح بھی اس کے لئے سوگواری کا موجب ہوگی اور دشمن تم سے اس طرح جائیگا جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔ اگر تم اس تمام علاقے کو احمدی بنا چکے ہوتے تو آج دشمن کو اتنا بھی موقع نہ ملتا کیونکہ مولویوں کی قوم بُزدل قوم ہے اور ان کو ظاہری سامانوں پر ہی بھروسہ ہے۔ وہ اس قوتوں اور طاقتوں کے خزانے سے غافل ہیں جو خدا تعالیٰ سے ملتا ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک اپنے فرض منصبی کو بجالائے اور لوگوں کو احمدی بنانے کے درپے ہو جائے۔ پھر تم دیکھو گے کہ دشمن کے لئے ہماری کامیابی ماتم کا موجب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی دے۔ ہماری حالت کو درست بنائے، ہماری کمزوریوں کو معاف کرے ہمیں کامیابی دے اور کامیابی کو روشن کرے۔ آمین (الفضل ۱۱ اپریل ۱۹۲۱ء)